ماہنامہ

موازنۂ مذاہب

ایڈیٹر: محمد حمید کوثر

اپریل 2025ء | شہادت 1404 ھجری شمسی | شوّال 1446 ھجری | جلد 08 نمبر 04

اس شمارہ میں

- ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا
- اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے
- اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی عزت و حرمت کی حفاظت فرمائے گا
- تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعودؑ؛ ”کشتیٔ نوح“
- طاعون کا نشان
- ایک مشہور دہریہ Richard Dawkins کے اعتراضات کا جواب

کتاب ''کشتی نوح'' ایڈیشن اوّل کا عکس۔
تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں رسالہ کا صفحہ 25

ماہنامہ موازنۂ مذاہب

جلد08 شمارہ 04 شہادت 1404ہجری شمسی، شوال 1446ہجری قمری بمطابق **اپریل** 2025ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
1	اداریہ؛ بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں: مدیر کے قلم سے	2
2	ارشاد باری تعالیٰ : ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا	4
3	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: طاعون کی پیشگوئی ؛ خدا تعالیٰ مخالفوں کی گردنوں میں ایک پھوڑا ظاہر کرے گا	6
4	اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے: امام الکلام	8
5	کلام الامام؛ تمہارے اعمال تمہارے احمدی ہونے کا ثبوت دیں: امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	12
6	اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی عزت و حرمت کی حفاظت فرمائے گا: ازافاضات حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ	17
7	تعارف کتاب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام؛ "کشتیٔ نوح" : اے۔ولیم	25
8	طاعون کا نشان : ازافاضات حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ	42
9	ایک شبہ کا ازالہ؛ اگر کوئی خُدا ہے تو وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟ : قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے	51
10	صداقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نشان ؛ طاعون : ادارہ	57
11	ہندوستان میں طاعون کی آمد، حکومتی تدابیر اور عوامی ردّ عمل : ابو حمدان	71
12	ردّ دہریت؛ Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب؛ تخلیق کائنات کا عمل: وسیمہ اُپل (آسٹریلیا)	83
13	"کشتیٔ نوح" میں مذکور ایک حوالہ کی تخریج : مرسلہ Ataul Wasih Tariq صاحب مبلغ اٹلی	90

Office Magazine Muwazna-e-Madhahib
Mohalla Ahmadiyya Qadian
Dt. Gurdaspur-143516
Punjab, India
Email: muwaznamadhahib@gmail.com
Tel: +91-01872-500970, Fax: 500971

ادار یہ:

بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں

مدیر کے قلم سے

انسانی پیدائش کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مخلوق اپنے خالق کو پہچانے اور اس کی خالقیت ومالکیت اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرے اور اپنے جیسی دوسری مخلوق سے محبت ،پیار اور باہمی ہمدردی اور صلح وآشتی کے ساتھ رہے۔اور جب مخلوق اپنے اس بنیادی مقصد کو بھولنے لگتی ہے تو دنیا میں فساد اور بے امنی کا دور دورہ شروع ہونے لگتا ہے۔اور جب یہ بے چینی اور اپنے خالق سے دوری حد سے زیادہ بڑھنے لگتی ہے تو خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرتے ہوئے ایک بندہ کو مامور ومبعوث کرتا ہے۔جو نبی کہلاتا ہے۔اس زمانہ میں جب خدا تعالیٰ نے ضرورت محسوس کی تو اس نے پھر ایک ایسا ہی شخص مامور بنا کر دنیا میں بھیجا۔مرزا غلام احمد قادیانی۔علیہ الصلوٰۃ والسلام۔انہوں نے اپنے ایک لیکچر میں بیان فرمایا:

”وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اُس کو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں اُن کو ظاہر کر دوں۔اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دُعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اَب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ایک طرف تو خدا نے اپنے ہاتھ سے میری تربیت فرما کر اور مجھے اپنی وحی سے شرف بخش کر میرے دل کو یہ جوش بخشا ہے کہ میں اس قسم کی اصلاحوں کے لئے کھڑا ہو جاؤں۔ اور دوسری طرف اس نے دل بھی تیار کر دیئے ہیں جو میری باتوں کے ماننے کے لئے مستعد ہوں۔

میں دیکھتا ہوں کہ جب سے خدا نے مجھے دنیا میں مامور کر کے بھیجا ہے اُسی وقت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم ہو رہا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کے دلدادہ تھے اب ان کے محقق خود بخود اس عقیدہ سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں اور وہ قوم جو باپ دادوں سے بتوں اور دیوتوں پر فریفتہ تھی بہتوں کو اُن میں سے یہ بات سمجھ آگئی ہے کہ بُت کچھ چیز نہیں ہیں اور گو وہ لوگ ابھی روحانیت سے بے خبر ہیں اور صرف چند الفاظ کو رسمی طور پر لئے بیٹھے ہیں لیکن کچھ شک نہیں کہ ہزار ہا بیہودہ رسوم اور بدعات اور شرک کی رسیاں انہوں نے اپنے گلے پر سے اُتار دی ہیں۔ اور توحید کی ڈیوڑھی کے قریب کھڑے ہو گئے ہیں۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ کچھ تھوڑے زمانہ کے بعد عنایتِ الٰہی اُن میں سے بہتوں کو اپنے ایک خاص ہاتھ سے دھکہ دے کر سچی اور کامل توحید کے اس دارالامان میں داخل کر دے گی جس کے ساتھ کامل محبت اور کامل خوف اور کامل معرفت عطا کی جاتی ہے۔ یہ امید میری محض خیالی نہیں ہے بلکہ خدا کی پاک وحی سے یہ بشارت مجھے ملی ہے۔ اس ملک میں خدا کی حکمت نے یہ کام کیا ہے تا جلد تر متفرق قوموں کو ایک قوم بنا دے اور صلح اور آشتی کا دن لاوے۔ ہر ایک کو اس ہوا کی خوشبو آ رہی ہے کہ یہ تمام متفرق قومیں کسی دن ایک قوم بننے والی ہے۔"

("لیکچر لاہور" روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 181,180)

عید مبارک

تمام قارئین کی خدمت میں عید الفطر کی مبارک باد پیش ہے۔ اللہ کرے کہ آپ سب کے لئے یہ عید دائمی خوشیوں اور لازوال مسرتوں کی حامل عید ہو۔ آمین

ارشاد باری تعالیٰ

ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا

وَاصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا وَلَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا‌ ۚ اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ۔(سورۃ ھود: 38)

ترجمہ: اور ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارہ میں مجھ سے کوئی بات نہ کر۔ یقیناً وہ غرق کئے جانے والے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام "براہین احمدیہ حصہ پنجم" میں فرماتے ہیں:

"براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام نوح بھی رکھا ہے اور میری نسبت فرمایا ہے: وَلَا تُخَاطِبۡنِىۡ فِى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ۔ یعنی میری آنکھوں کے سامنے کشتی بنا اور ظالموں کی شفاعت کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کر کہ میں ان کو غرق کروں گا۔ خدا نے نوح کے زمانہ میں ظالموں کو قریباً ایک ہزار سال تک مہلت دی تھی اور اب بھی خیر القرون کی تین صدیوں کو علیحدہ رکھ کر ہزار برس ہی ہو جاتا ہے۔ اس حساب سے اب یہ زمانہ اُس وقت پر آپہنچتا ہے جبکہ نوح کی قوم عذاب سے ہلاک کی گئی تھی اور خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا: اِصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا۔ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ۔ یعنی میری آنکھوں کے روبرو اور میرے حکم سے کشتی بنا۔

وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ نہ تجھ سے بلکہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یہی بیعت کی کشتی ہے جو انسانوں کی جان اور ایمان بچانے کے لئے ہے۔ لیکن بیعت سے مراد وہ بیعت نہیں جو صرف زبان سے ہوتی ہے اور دل اس سے غافل بلکہ روگردان ہے۔ بیعت کے معنے بیچ دینے کے ہیں۔ پس جو شخص درحقیقت اپنی جان اور مال اور آبرو کو اس راہ میں بیچتا نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ خدا کے نزدیک بیعت میں داخل نہیں

بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی کا مادہ بھی ہنوز اُن میں کامل نہیں اور ایک کمزور بچہ کی طرح ہر ایک ابتلا کے وقت ٹھوکر کھاتے ہیں۔

اور بعض بد قسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بد گمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مُردار کی طرف۔ پس میں کیونکر کہوں کہ وہ حقیقی طور پر بیعت میں داخل ہیں مجھے وقتاً فوقتاً ایسے آدمیوں کا علم بھی دیا جاتا ہے مگر اذن نہیں دیا جاتا کہ ان کو مطلع کروں۔ کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے۔ پس مقام خوف ہے۔"

("براہین احمدیہ حصہ پنجم" روحانی خزائن جلد21 صفحہ 114,113)

اِصۡنَعِ الۡفُلۡکَ بِاَعۡیُنِنَا وَ وَحۡیِنَا: ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا۔

("کشتی نوح" روحانی خزائن جلد19 ٹائٹل پیج)

"قرآن شریف سے پتہ لگتا ہے کہ جب نوح کا بیٹا طوفان میں غرق ہونے لگا تو نوح نے کہا کہ تو آ جا۔ تو اس نے کہا کہ مجھے تیرے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ گویا وہ نادان اپنے اسباب اور تدابیر سے بچنا چاہتا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ آج تجھے خدا سے کوئی بچانے والا نہیں۔ اسی طرح پر میرے الہام میں بھی یہی ہے کہ وَ اِصۡنَعِ الۡفُلۡکَ بِاَعۡیُنِنَا وَ وَحۡیِنَا وَ لَا تُخَاطِبۡنِیۡ فِی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا اِنَّہُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ۔ اور اِس مسجد مبارک کے لئے فرمایا۔ مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا یہ دلالت کرتے ہیں کہ ایک طوفان عظیم آنے والا ہے اور اس میں وہی لوگ بچیں گے جو میری کشتی میں سوار ہوں گے۔ اور اب اِنِّیۡ اُحَافِظُ ...(الخ) بھی اس کا مؤید ہے۔ اور وہ طاعون کا طوفان ہے اور براہین میں اس کی طرف اشارہ کر کے صاف فرمایا۔ اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ۔ اس وقت جو اس میں سوار ہوتے ہیں اور اپنی تبدیلی کرتے ہیں وہ بچ جائیں گے۔"

(ملفوظات جلد3 صفحہ 213 ایڈیشن 2022ء)

وَاللہ کہ ھَمچُو کِشتِیٔ نُوحَم زِ کِردِگَار بے دُولت آنکہ دُور بِمَانَد زِ لَنگَرَم

("ازالہ اوہام" روحانی خزائن جلد3 صفحہ 185)

بخدا میں اپنے پروردگار کی طرف سے نوح کی کشتی کی مانند ہوں بد قسمت ہے وہ جو میرے لنگر سے دور رہتا ہے۔

(درثمین فارسی مع نقل صوتی (ٹرانسلٹریشن) مترجم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ جلد1 صفحہ 254 شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

طاعون کی پیشگوئی

خدا تعالیٰ مخالفوں کی گردنوں میں ایک پھوڑا ظاہر کرے گا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے وقت میں طاعون کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:

”فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ، فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔“

(صحیح مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ حدیث 2937)

پس خدا کا نبی مسیح موعود اور اس کے صحابی خدا کی طرف متوجہ ہوں گے جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ ان کے مخالفوں کی گردنوں میں ایک پھوڑا ظاہر کرے گا۔ پس وہ صبح کو ایک آدمی کی موت کی طرح مرے ہوئے ہوں گے۔(نغف پھوڑے کو کہتے ہیں)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں... خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت توریت اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان پر خسوف کسوف ہو گا اور زمین پر سخت طاعون پڑے گی اور میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں۔ اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی۔“ (”دافع البلاء“ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 238)

فرماتے ہیں:

”ان دنوں میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا مِنَ

اسۡتِکۡبَارٍ۔ وَ اُحَافِظُكَ خَاصَّةً۔ سَلَامٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ۔ یعنی مَیں ہر ایک انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو تیرے گھر میں ہو گا مگر وہ لوگ جو تکبّر سے اپنے تئیں اونچا کریں اور مَیں تجھے خصوصیت کے ساتھ بچاؤں گا۔ خدائے رحیم کی طرف سے تجھے سلام۔

جاننا چاہیئے کہ خدا کی وحی نے اِس ارادہ کو جو قادیان کے متعلق ہے دو حصوں پر تقسیم کر دیا ہے۔(1) ایک وہ ارادہ جو عام طور پر گاؤں کے متعلق ہے اور وہ ارادہ یہ ہے کہ یہ گاؤں اس شدت طاعون سے جو افراتفری اور تباہی ڈالنے والی اور ویران کرنے والی اور تمام گاؤں کو منتشر کرنے والی ہو محفوظ رہے گا۔(2) دُوسرے یہ ارادہ کہ خدائے کریم خاص طور پر اس گھر کی حفاظت کرے گا اور اس تمام عذاب سے بچائے گا جو گاؤں کے دُوسرے لوگوں کو پہنچے گا اور اس وحی اللہ کا اخیر فقرہ اُن لوگوں کے لئے مُنذر ہے جن کے دلوں میں بے جا تکبّر ہے۔" ("نزول المسیح" روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402,401)

صحيح مسلم

للإمام أبي الحسين مسلم بن الحجاج
القشيري النيسابوري
المتوفى ٢٦١هـ

١١٢٤　　٥٢ ـ كتاب الفتن وأشراط الساعة / باب (٢١)

ثُمَّ يَدْعُو رَجُلاً مُمْتَلِئاً شَبَاباً، فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ. ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ. فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ. فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ، بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ. وَاضِعاً كَفَّيْهِ عَلَىٰ أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ. إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ. وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ. فَلاَ يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلاَّ مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِي حَيْثُ يَنْتَهِي طَرْفُهُ. فَيَطْلُبُهُ حَتَّىٰ يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ. فَيَقْتُلُهُ. ثُمَّ يَأْتِي عِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللَّهُ مِنْهُ. فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ. فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ أَوْحَى اللَّهُ إِلَىٰ عِيسَىٰ: إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَاداً لِي، لاَ يَدَانِ لأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ. فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَىٰ الطُّورِ، وَيَبْعَثُ اللَّهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ. وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ. فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَىٰ بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ. فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهِ، مَرَّةً، مَاءٌ. وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَىٰ وَأَصْحَابُهُ، حَتَّىٰ يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لأَحَدِهِمْ خَيْراً مِنْ مِئَةِ دِينَارٍ لأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ. فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَىٰ وَأَصْحَابُهُ. فَيُرْسِلُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ. فَيُصْبِحُونَ فَرْسَىٰ كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ. ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللَّهِ عِيسَىٰ وَأَصْحَابُهُ إِلَىٰ الأَرْضِ. فَلاَ يَجِدُونَ فِي الأَرْضِ

امام الکلام

اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ جماعت احمدیہ مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اُس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔ اس لئے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو۔ اپنے دلوں کو پاک کرو اور اپنے مولیٰ کو راضی کرو۔

دوستو! تم اس مسافر خانہ میں محض چند روز کے لئے ہو۔ اپنے اصلی گھروں کو یاد کرو۔ تم دیکھتے ہو کہ ہر ایک سال کوئی نہ کوئی دوست تم سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی تم بھی کسی سال اپنے دوستوں کو داغ جدائی دے جاؤ گے۔ سو ہوشیار ہو جاؤ اور اس پُر آشوب زمانہ کی زہر تم میں اثر نہ کرے۔ اپنی اخلاقی حالتوں کو بہت صاف کرو۔ کینہ اور بُغض اور نخوت سے پاک ہو جاؤ اور اخلاقی معجزات دنیا کو دکھلاؤ۔

تم سُن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (1) ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے جو ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ . . . ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ۔ (سورۃ الفتح:30)

(2) دوسرا نام احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے: وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔(سورۃالصّف:7)

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکّہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کیلئے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھہرایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے حق میں فرمایا گیا کہ يَضَعُ الْحَرْبَ[1] یعنی لڑائی نہیں کرے گا اور یہ خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ اس حصے کے پورا کرنے کے لئے مسیح موعود اور اس کی جماعت کو ظاہر کیا جائے گا۔ جیسا کہ آیت وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورۃ الجمعۃ:4) میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور آیت تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا (سورۃمحمد:5) بھی یہی اشارہ کر رہی ہے۔

سو ہوشیار ہو کر سُنو کہ تیرہ سو برس کے بعد جمالی طرز کی زندگی کا نمونہ دکھلانے کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا۔ یہ خدا کا امتحان ہے اور وہ تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس نمونہ کے دکھلانے میں کیسے ہو۔ تم سے پہلے جلالی زندگی کا نمونہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قابل تعریف دکھلایا اور وہ ایسا ہی وقت تھا کہ جلالی طرز کی زندگی کا نمونہ دکھلایا جاتا کیونکہ ایماندار لوگ بتوں کی تعظیم کے لئے اور مخلوق پرستی کی حمایت میں بھیڑ بکری کی طرح قتل کئے جاتے تھے اور پتھروں اور ستاروں اور عناصر اور دوسری مخلوق کو خدا کی جگہ دی تھی۔ سو وہ زمانہ بے شک جہاد کا زمانہ تھا تا جو لوگ ظلم سے تلوار اُٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں۔ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے تلوار اٹھانے والوں کو تلوار ہی سے خاموش کیا اور اسم محمدؐ جو مظہر جلال اور شان محبوبیت اپنے اندر رکھتا ہے اس کی تجلّی ظاہر کرنے کے لئے خوب جوہر دکھلائے اور دین کی حمایت میں اپنے خون بہادیئے۔ . .

---

[1] جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے حضرت موسیٰؑ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لئے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعًا جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔ منہ

تم خوب توجہ کر کے سُن لو کہ اب اسم محمدؐ کی تجلّی ظاہر کرنے کا وقت نہیں۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر مَیں ہوں اب اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے یعنی جمالی طور کی خدمات کے ایّام ہیں اور اخلاقی کمالات کے ظاہر کرنے کا زمانہ ہے۔

ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ بھی تھے اور مثیل عیسیٰ بھی۔ موسیٰ جلالی رنگ میں آیا تھا اور جلال اور الٰہی غضب کا رنگ اُس پر غالب تھا مگر عیسیٰ جمالی رنگ میں آیا تھا اور فروتنی اس پر غالب تھی۔ سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں یہ دونوں نمونے جلال اور جمال کے ظاہر کر دیئے۔ اور پھر چاہا کہ آپ کے بعد آپ کی فیض یافتہ جماعت بھی جو آپ کے روحانی وارث ہیں انہی دونوں نمونوں کو ظاہر کرے۔

سو آپؐ نے محمدی یعنی جلالی نمونہ دکھلانے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا کیونکہ اس زمانہ میں اسلام کی مظلومیت کے لئے یہی علاج قرین مصلحت تھا پھر جب وہ زمانہ جاتا رہا اور کوئی شخص زمین پر ایسا نہ رہا کہ مذہب کے لئے اسلام پر جبر کرے اس لئے خدا نے جلالی رنگ کو منسوخ کر کے اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا یعنی جمالی رنگ دکھلانا چاہا۔ سو اس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا جو عیسیٰ کا اوتار اور احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے اور خدا نے تمہیں اس عیسیٰ احمد صفت کے لئے بطور اعضا کے بنایا۔

سو اب وقت ہے کہ اپنی اخلاقی قوتوں کا حُسن اور جمال دکھلاؤ۔ چاہیئے کہ تم میں خدا کی مخلوق کے لئے عام ہمدردی ہو اور کوئی چھل اور دھو کا تمہاری طبیعت میں نہ ہو۔ تم اسم احمد کے مظہر ہو۔ سو چاہیئے کہ دن رات خدا کی حمد وثنا تمہارا کام ہو اور خادمانہ حالت جو حامد ہونے کے لئے لازم ہے اپنے اندر پیدا کرو اور تم کامل طور پر خدا کی کیونکر حمد کر سکتے ہو جب تک تم اس کو ربّ العالمین یعنی تمام دنیا کا پالنے والا نہ سمجھو اور تم کیونکر اس اقرار میں سچّے ٹھہر سکتے ہو جب تک ایسا ہی اپنے تئیں بھی نہ بناؤ۔ کیونکہ اگر تو کسی نیک صفت کے ساتھ کسی کی تعریف کرتا ہے اور آپ اس صفت کے مخالف عقیدہ اور خلق رکھتا ہے تو گویا تُو اس شخص سے ٹھٹھا کرتا ہے کہ جو کچھ اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کے لئے روا رکھتا ہے۔ اور جبکہ تمہارا رب جس نے اپنی کلام کو رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع کیا ہے زمین کی تمام خوردنی و آشامیدنی اشیاء اور فضا کی تمام ہوا اور آسمانوں کے ستاروں اور اپنے سورج اور چاند سے تمام نیک وبد کو فائدہ پہنچاتا ہے تو تمہارا فرض

ہونا چاہیئے کہ یہی خلق تم میں بھی ہو ورنہ تم احمد اور حامد نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ احمد تو اس کو کہتے ہیں کہ خدا کی بہت تعریف کرنے والا ہو۔ اور جو شخص کسی کی بہت تعریف کرتا ہے وہ اپنے لئے وہی خلق پسند کرتا ہے جو اس میں ہیں اور چاہتا ہے کہ وہ خلق اُس میں ہوں۔ پس تم کیونکر سچے احمد یا حامد ٹھہر سکتے ہو جبکہ اس خلق کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔

حقیقت میں احمدی بن جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ خدا کی اصلی اخلاقی صفات چار ہی ہیں جو سورۃ فاتحہ میں مذکور ہیں۔(1) رب العالمین سب کا پالنے والا (2) رحمان۔ بغیر عوض کسی خدمت کے خود بخود رحمت کرنے والا (3) رحیم۔ کسی خدمت پر حق سے زیادہ انعام اکرام کرنے والا اور خدمت قبول کرنے والا اور ضائع نہ کرنے والا۔ (4) اپنے بندوں کی عدالت کرنے والا۔

سو احمد وہ ہے جو ان چاروں صفتوں کو ظلی طور پر اپنے اندر جمع کرلے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد کا نام مظہر جمال ہے اور اس کے مقابل پر محمدؐ کا نام مظہر جلال ہے۔ وجہ یہ کہ اسم محمدؐ میں سرّ محبوبیت ہے کیونکہ جامع محامد ہے اور کمال درجہ کی خوبصورتی اور جامع المحامد ہونا جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ لیکن اسم احمد میں سرّ عاشقیت ہے۔ کیونکہ حامدیت کو انکسار اور عشقی تذلل اور فروتنی لازم ہے۔ اسی کا نام جمالی حالت ہے اور یہ حالت فروتنی کو چاہتی ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شانِ محبوبیت بھی تھی جس کا اسم محمد مقتضی ہے۔ کیونکہ محمدؐ ہونا یعنی جامع جمیع محامد ہونا شان محبوبیت پیدا کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں شانِ محبّیت بھی تھی جس کا اسم احمد مقتضی ہے۔ کیونکہ حامد کے لئے محب ہونا ضروری ہے۔ ہر ایک شخص کسی کی سچی اور کامل تعریف تبھی کرتا ہے جبکہ اس کا محب بلکہ عاشق ہو اور عاشق اور محب ہونے کیلئے فروتنی لازم ہے اور یہی جمالی حالت ہے جو حقیقت احمدیہ کو لازم پڑی ہوئی ہے۔ محبوبیت جو اسم محمدؐ میں مخفی تھی صحابہؓ کے ذریعہ سے ظہور میں آئی۔ اور جو لوگ ہتک کرنے والے اور گردن کش تھے محبوب الٰہی ہونے کے جلال نے ان کی سرکوبی کی لیکن اسم احمد میں شانِ محبّیت تھی یعنی عاشقانہ تذلل اور فروتنی۔ یہ شان مسیح موعود کے ذریعہ سے ظہور میں آئی۔ سو تم شانِ احمدیت کے ظاہر کرنے والے ہو۔ لہٰذا اپنے ہر ایک بیجا جوش پر موت وارد کرو اور عاشقانہ فروتنی دکھلاؤ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ آمین“

(”اربعین نمبر 4“ روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 442 تا 448)

کلام الامام

چاہیئے کہ تمہارے اعمال تمہارے احمدی ہونے کا ثبوت دیں

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

وَ مَنۡ اَحۡسَنُ دِیۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ وَ ہُوَ مُحۡسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّۃَ اِبۡرٰہِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَ اتَّخَذَ اللّٰہُ اِبۡرٰہِیۡمَ خَلِیۡلًا۔(سورۃ النساء: 126)

”اس آیت کا ترجمہ یہ ہے اور دین میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اپنی تمام تر توجہ اللہ کی خاطر وقف کر دے اور جو احسان کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کی ہو اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنالیا تھا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جس کی وجہ سے آج ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور غلام کی جماعت میں شامل ہیں۔

آج ہمیں اسلام کی صحیح تعلیم کی وضاحت ہو سکتی ہے، صحیح تعلیم مل سکتی ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی مل سکتی ہے۔ آج اگر ہم دنیا میں رائج بہت سی برائیوں اور بدعتوں سے اپنے آپ کو پاک کر سکتے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر ہی کر سکتے ہیں۔ اور یہی خدا کی منشاء ہے اور یہی اس کی مرضی ہے۔ اور اس کی خبر آج سے 14 سو سال پہلے ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی تھی۔ اور ہمیں بتا دیا گیا تھا کہ اسلام کی تعلیم میں بعض بدعات اور بگاڑ داخل ہو جائیں گے جنہیں مسیح محمدیؐ ہی آکر درست کرے گا اور صحیح راستے پر چلائے گا۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں دنیا کے ہر ملک میں مسلمانوں میں بعض ایسی روایات یا بدعات داخل ہو چکی ہیں جن کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اور یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل نہ کرتے ہوئے اس زمانہ کے امام کی جماعت میں شامل نہیں ہو رہے۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے آپ کو مسیح اور مہدی کی جماعت میں

شامل ہونے کی توفیق دی۔ اس لئے آپ کا فرض بنتا ہے کہ اس احسان کا جتنا بھی شکر ادا کر سکیں کریں۔ اور شکر ادا کرنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ **اپنے اندر احمدیت قبول کرنے کے بعد نمایاں تبدیلیاں پیدا کریں۔** اپنے عمل، کردار، بات چیت اور چال ڈھال سے یہ ثابت کریں اور دنیا کو بتائیں کہ ہم ہی ہیں جو اسلام کا صحیح اور حقیقی نمونہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ایسا زندہ تعلق پیدا کریں کہ نظر آئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ابراہیم کو خلیل بنالیا تھا۔ اور خلیل ایسے دوست کو کہتے ہیں جس کا پیار روح کی گہرائیوں تک میں اتر تا ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل، شرک سے نفرت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے پیار کیا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مکمل طور پر میرے آگے جھکتے ہیں، اپنی تمام تر استعدادوں اور مکمل سپردگی کے ساتھ میرے احکامات پر عمل کرتے ہیں میں ان کو اپنا دوست بنالیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عبادت کرنے والے اور خالص ہو کر میری عبادت کرنے والے اور میری دی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے والے وہ کامل تعلیم اور کامل شریعت جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے، اس پر عمل کرنے والے ہیں وہ بھی میرے دوست بن سکتے ہیں۔ یہ باتیں قصے کہانیوں کے لئے نہیں لکھی گئیں، تمہیں یہ بتانے کے لئے نہیں لکھی گئیں کہ ابراہیم میرا دوست تھا بلکہ یہ اس لئے تمہیں بتائی جارہی ہیں کہ تم بھی یہ نمونے قائم کرو اور یہ نمونے تم تب قائم کر سکتے ہو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اتباع کرو، پوری اطاعت کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے یہ اعلان کروادیا ہے کہ پھر تم میری پیروی کرو۔ جیسا کہ فرمایا: فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (سورۃ آل عمران: 32)

اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت ضروری ہے اور آپؐ کی اطاعت میں یہ بھی ضروری ہے کہ آپؐ کے غلام کامل کی جماعت میں شامل ہوا جائے۔ اور پھر جس طرح وہ حَکَم اور عدل کے طور پر ہمیں اسلام کی صحیح تعلیم بتائیں اس پر عمل کیا جائے۔ تو اس لحاظ سے شکر کے ساتھ ساتھ ہم پر ایک بہت بڑی ذمہ داری بھی عائد ہو جاتی ہے کہ ہم اپنے اندر نیک تبدیلیاں پیدا کریں اور اسلام کی صحیح تعلیم کو اپنے اوپر لاگو کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے کس قسم کی پاک تبدیلی کی توقع رکھتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"پس تمہاری بیعت کا اقرار کرنا زبان تک محدود رہا تو یہ بیعت کچھ فائدہ نہ پہنچائے گی۔ چاہیئے کہ تمہارے اعمال تمہارے احمدی ہونے پر گواہی دیں۔ میں ہرگز یہ بات نہیں مان سکتا کہ خدا تعالیٰ کا عذاب اس شخص پر وارد ہو جس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہو۔ خدا تعالیٰ اسے ذلیل نہیں کرتا جو اس کی راہ میں ذلت اور عاجزی اختیار کرے۔ یہ سچی اور صحیح بات

ہے۔ پس راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگو۔ کوٹھڑی کے دروازے بند کر کے تنہائی میں دعا کرو کہ تم پر رحم کیا جائے۔ اپنا معاملہ صاف رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے شامل حال ہو۔ جو کام کرو نفسانی غرض سے الگ ہو کر کرو تا خدا تعالیٰ کے حضور اجر پاؤ۔" (ملفوظات جلد 9 صفحہ 238، 239 ایڈیشن 2022ء، الحکم 10 ستمبر 1907ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "یاد رکھو! نری بیعت سے کچھ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس رسم سے راضی نہیں ہوتا جب تک کہ حقیقی بیعت کے مفہوم کو ادا نہ کرے۔" اگر بیعت کے مفہوم کو ادا نہیں کرتے "اس وقت تک یہ بیعت، بیعت نہیں نری رسم ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بیعت کے حقیقی منشاء کو پورا کرنے کی کوشش کرو۔ یعنی تقویٰ اختیار کرو۔ قرآن شریف کو خوب غور سے پڑھو اور اس پر تدبر کرو اور پھر" اس پر "عمل کرو کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نرے اقوال اور باتوں سے خوش نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ اس کے احکام کی پیروی کی جاوے۔ اور اس کے نواہی سے بچتے رہو۔ اور یہ ایک ایسی صاف بات ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بھی نری باتوں سے خوش نہیں ہوتا بلکہ وہ بھی خدمت ہی سے خوش ہوتا ہے۔ سچے مسلمان اور جھوٹے مسلمان میں یہی فرق ہوتا ہے کہ جھوٹا مسلمان باتیں بناتا ہے کرتا کچھ نہیں۔ اور اس کے مقابلے میں حقیقی مسلمان عمل کر کے دکھاتا ہے، باتیں نہیں بناتا۔ پس جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ میرا بندہ میرے لئے عبادت کر رہا ہے اور میرے لئے میری مخلوق پر شفقت کر رہا ہے تو اس وقت" وہ "اپنے فرشتے اس پر نازل کرتا ہے۔ اور سچے اور جھوٹے مسلمان میں جیسا کہ اس کا وعدہ ہے فرقان رکھ دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 120، 120 ایڈیشن 2022ء، الحکم 17 اپریل 1904ء)

تو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ عبادات بجالاؤ، نمازیں پڑھو، دعائیں کرو، اللہ سے اس کا فضل مانگو پھر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم کو سمجھو اور یہ تعلیم ہمیں قرآن کریم سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے قرآن کریم کو بھی غور سے پڑھو، اس پر تدبر کرو، سوچو اور اس میں دیئے گئے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ اگر ہمیشہ کی ہدایت پانی ہے، ہمیشہ سیدھے راستے پر چلنا ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کا لطف اٹھانا ہے تو پھر اس تعلیم پر عمل کرنا بھی ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں دی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا۔ (بنی اسرائیل: 10) یقیناً یہ قرآن اس (راہ) کی طرف ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ قائم رہنے والی ہے اور ان مومنوں کو جو نیک کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر (مقدر) ہے۔

ایک حدیث میں ہے حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو

قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب خیر کم من تعلم القرآن و علمہ حدیث 5027)

پھر ایک دوسری روایت میں آتا ہے زید کہتے ہیں کہ انہوں نے ابو سلام سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ **ابو اُمَامَۃَ الْبَاھِلِیُّ** نے مجھے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن پڑھو کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے بطور شفیع آئے گا۔ (صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا باب فضل قراءۃ القرآن حدیث 804)

پھر ایک روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن باب ان الّذی لیس فی جَوفِہٖ من القرآن کالبیت الخَرِبِ حدیث 2913)

پھر ایک لمبی روایت ہے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہ یقیناً قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت ہے اس کی دعوت سے جس قدر ہو سکے فائدہ اٹھاؤ۔ یقیناً قرآن اللہ کی رسّی اور نور مبین ہے اور نفع بخش شفا ہے۔ اور حفاظت کا ذریعہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اس کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے۔ اور نجات ہے اس کے لئے جو اس کی پیروی کرتا ہے۔ ایسا شخص راستی سے نہیں ہٹتا کہ بعد میں اسے معذرت کرنی پڑے اور نہ وہ کج روی اختیار کرتا ہے تا اسے درست کرنا پڑے۔ قرآن کریم کے عجائبات ختم نہیں ہوتے، پڑھنے والا اس کو بار بار پڑھنے سے اکتاتا نہیں پس تم اس کو پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت کے نتیجہ میں ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب دیتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ (الٓمّ) ایک حرف ہے بلکہ ان میں سے الف پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور لام پر بھی دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور میم پر بھی دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ (سنن الدارمی کتاب فضائل القرآن باب فضلِ من قراء القرآن حدیث 3358)

اس حدیث میں قرآن کریم کی بے شمار خوبیاں گنوائی گئی ہیں بشرطیکہ انسان صاف دل ہو کر اس کو پڑھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا روحانی مائدہ ہے کہ اس سے تم جتنا زیادہ فائدہ اٹھاؤ گے روحانیت میں بڑھتے چلے جاؤ گے۔ تمہارے ایمانوں کی حفاظت اس میں ہے، شیطان سے بچاؤ کی تدبیر اس میں ہے۔ ایک جماعت اور نظام کی پابندی کرتے ہوئے، سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوطی قائم کرنے کا سبق اس میں ہے۔ برائیوں سے بچنے اور نیکیوں پر قائم رہنے کے سبق اس میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے راستے اس میں بتائے گئے ہیں۔ پھر ہر لفظ پڑھنے کا ثواب ہے تو دیکھیں کتنی بے شمار برکات قرآن کریم کے پڑھنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”یقینا سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔“

(”اسلامی اصول کی فلاسفی“ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 443,442)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ **نجات یافتہ** کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی **شفیع** ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے **ہم مرتبہ** کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے **ہم رتبہ** کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر **یہ برگزیدہ نبی** (ﷺ) **ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔**“ (”کشتیٔ نوح“ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13، 14)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ”اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْآنِ“ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ ... تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔ ... میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ ... پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔“ (”کشتیٔ نوح“ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26، 27)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”یہ میری نصیحت ہے جس کو میں ساری نصائح قرآنی کا مغز سمجھتا ہوں۔ قرآن شریف کے 30 سپارے ہیں اور وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں۔ لیکن ہر شخص نہیں جانتا کہ ان میں سے وہ نصیحت کون سی ہے جس پر اگر مضبوط ہو جاویں اور اس پر پورا عمل درآمد کریں تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کلید اور قوت دعا ہے۔ دعا کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر اللہ تعالیٰ ساری مشکلات کو آسان کر دے گا۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 345 ایڈیشن 2022ء، الحکم 23 ستمبر 1904ء)

(از خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 09 اپریل 2004ء، خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 234 تا 240)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کی ہر زمانہ میں خود حفاظت فرمائے گا

از افاضات حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

يَآيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (سورۃ المائدۃ: 68)

”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا اس دائرہ میں وعدہ فرمایا ہے کہ آپؐ کو قرآن کریم کی اشاعت اور اس کے احکام کی تبلیغ میں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اب ہم غور کرتے ہیں کہ کسی تعلیم کی اشاعت کو کیسے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ سو ہمیں دنیا میں اس کے دو طریق نظر آتے ہیں۔ ایک طریق تو یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی تعلیم کی اشاعت پر دشمن کو غصہ آجاتا ہے اور وہ اشاعت کرنے والے پر کوئی جسمانی حملہ کر دیتا اور اُسے نقصان پہنچا دیتا ہے۔ اِس نقطہ نگاہ سے جو آیت میں نے پڑھی ہے اُس میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ

آپؐ قرآن کریم کو پوری طرح پھیلائیں اور اس بات کی پروا نہ کریں کہ اِس پر دشمن ناراض ہو جائے گا اور وہ آپؐ پر حملہ کر بیٹھے گا کیونکہ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اگر لوگ شرارت کر کے آپؐ پر حملہ کریں گے تو وہ خدا جس نے قرآن کریم کو اتارا ہے اُسے بھی غیرت آئے گی اور وہ ان کے مقابلہ میں آپؐ کی حفاظت کرے گا اور ان کی تدبیروں کو ناکام کر دے گا۔

دوسرا طریق:

دوسرا طریق نقصان پہنچانے کا عملی رنگ میں ہوتا ہے یعنی اگر کوئی تعلیم پھیلائی جائے تو لوگ اُس پر اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں اور اِس طرح اشاعت کرنے والے کی عزت اور اس کی شہرت کو صدمہ پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس نقطۂ نگاہ سے بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اے ہمارے رسولؐ! آپؐ قرآن کریم کی خوب اشاعت کریں اور اس بات کی پروا نہ کریں کہ لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔ بیشک لوگ اس تعلیم پر طرح طرح کے اعتراض کریں ہم نے ایسا انتظام کیا ہوا ہے کہ وہ تیری عزت اور تیری نیک نامی کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا سکیں گے۔

کلام اللہ کی حفاظت:

اب ہم دیکھتے ہیں کہ کلامُ اللہ کی حفاظت کے کیا ذرائع ہوتے ہیں۔ سو کلام اللہ کی حفاظت کا ایک ذریعہ تو یہ ہوتا ہے کہ اُس کے کامل مومن ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں اور جب بھی اُس پر کوئی اعتراض وارد ہو وہ اُس کو دور کر دیتے ہیں۔ اور دوسرا ذریعہ یہ ہوتا ہے کہ خود کلام اللہ کے اندر ایسی باتیں رکھ دی جاتی ہیں جو دشمن کے اعتراضات کو ردّ کرنے والی ہوتی ہیں اور اِس طرح دشمن اپنی بات میں خود ہی پکڑا جاتا ہے۔ وہ اگر کسی آیت پر اعتراض کرتا ہے تو خود وہی آیت یا دوسری آیات اُس کے اعتراض کو دور کر دیتی ہیں۔ قرآن کریم تو ایک بہت بڑی چیز ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا آخری کلام ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن کریم نازل ہوا ہے خَاتَمُ النَّبِيِّين ﷺ اور سَيِّدِ وُلدِ آدم ہیں لیکن عام باتوں میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بعض دفعہ ایسا تصرف کرتا ہے کہ اعتراض کرنے والے کو فوراً پکڑ لیتا ہے۔

قرآن کریم کی زبان ام الالسنہ ہے:

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عیسائی آیا اور اُس نے کہا کہ آپ تو کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی زبان ام الالسنہ ہے حالانکہ میکس مولر وغیرہ نے لکھا ہے کہ جو زبان ام الالسنہ ہوتی ہے وہ مختصر ہوتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ لوگ اُس کو پھیلا دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم تو میکس مولر کے اِس فارمولا کو نہیں مانتے کہ ام الالسنہ مختصر ہوتی ہے۔ مگر چلو بحث کو کوتاہ (مختصر) کرنے کے لیے ہم اِس فارمولا کو مان لیتے ہیں اور عربی زبان کو دیکھتے ہیں کہ آیا وہ اس معیار پر پوری اُترتی ہے یا نہیں؟ اُس شخص نے یہ بھی کہا تھا کہ انگریزی

زبان عربی زبان کے مقابلہ میں نہایت اعلیٰ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انگریزی نہیں جانتے تھے لیکن آپ نے فرمایا اچھا! آپ بتائیں کہ انگریزی میں "میرے پانی" کو کیا کہتے ہیں؟ اُس نے کہا "مائی واٹر"۔ آپ نے فرمایا عربی زبان میں تو صرف "مائی" کہنے سے ہی یہ مفہوم ادا ہو جاتا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ "مائی واٹر" زیادہ مختصر ہے یا "مائی"؟ اب اگرچہ آپ انگریزی نہیں جانتے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کی زبان پر ایسے الفاظ جاری فرما دیئے کہ معترض آپ ہی پھنس گیا اور وہ سخت شرمندہ اور لاجواب ہو گیا اور کہنے لگا کہ پھر تو عربی زبان ہی مختصر ہوئی۔

قرآن کریم میں خصوصیت:

یہی حال قرآن کریم کا ہے اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ آپؐ کو دشمنوں کے حملہ سے بچائے گا۔ یعنی ہمیشہ ایسے لوگ پیدا کرتا رہے گا جو قرآن کریم کو پڑھنے والے ہوں گے، اس سے سچا عشق رکھتے ہوں گے اور اس کی تفسیر کرنے والے ہوں گے۔ وہ دشمنوں کو ان کے حملوں کا ایسا جواب دیں گے کہ ان کا منہ بند ہو جائے گا۔ دوسرے اس نے قرآن کریم کے اندر ایسا مادہ رکھ دیا ہے کہ معترض جو بھی اعتراض کرے اُس کا جواب اس کے اندر موجود ہوتا ہے۔ گویا آپ کی حفاظت کے دو طریق ہیں۔ ایک انٹرنل (Internal) یعنی اندرونی ذریعہ ہے اور خود قرآن کریم میں یہ خصوصیت رکھ دی گئی ہے کہ اگر اُس کی کسی آیت پر اعتراض ہو تو دوسری آیات اس اعتراض کو ردّ کر دیتی ہیں۔ اور دوسرا ذریعہ ایکسٹرنل (External) ہے۔ یعنی ایسے مومن پیدا ہوتے رہیں گے جو دشمنوں کے اعتراضات کو ردّ کرتے رہیں گے۔ گویا اللہ تعالیٰ بیرونی اور اندرونی دونوں ذرائع سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

پھر فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ۔ وہ کفار کو کامیابی کے مقام پر نہیں پہنچنے دیتا۔ وہ کسی طرح بھی حملہ کریں نتیجہ یہی ہو گا کہ یا تو خدا تعالیٰ اُن پر عذاب نازل کر کے انہیں تباہ کر دے گا یا مومنوں کو کھڑا کر دے گا جو اُن کے حملوں کا جواب دیں گے اور یا پھر وہ قرآن کریم میں پہلے سے ہی ایسا جواب رکھ دے گا جو دشمن کو جھوٹا ثابت کر دے گا۔ بہر حال کوئی ذریعہ بھی ہو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

اب دیکھ لو خدا تعالیٰ نے اس قرآنی وعدہ کے مطابق کس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔ ابتدائی زمانہ میں جسمانی رنگ میں دشمن نے آپؐ پر بڑے بڑے حملے کیے اور متعدد طریق سے آپ کو نقصان پہنچانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح محفوظ رکھا۔ مثلاً جب آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ جانے لگے اُس وقت بھی آپؐ کے دروازہ پر کفار کے مختلف قبائل کے نَو آدمی کھڑے تھے جو صرف اس ارادہ سے کھڑے تھے کہ آپؐ کو قتل کر دیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ وہ آپؐ کو دیکھ نہ سکے۔

پھر جب آپؐ مکہ سے نکل کر غارِ ثور میں پہنچے تو دشمن آپؐ کا پیچھا کرتا ہوا وہاں تک جا پہنچا۔ حضرت ابو بکرؓ گھبرا گئے کہ کہیں دشمن آپ کو گزند پہنچانے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ اِس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کی گھبراہٹ کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا ابو بکر! تم کیوں گھبراتے ہو؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یَا رَسُولَ اللّٰہ! میں اس لیے نہیں گھبراتا کہ میں مارا جاؤں گا کیونکہ میں مارا گیا تو کیا ہو گا میں تو ایک معمولی انسان ہوں میں تو صرف آپ کی وجہ سے گھبراتا ہوں اگر آپ کو خدانخواستہ کوئی گزند پہنچی تو اسلام کو سخت نقصان پہنچے گا۔ آپؐ نے فرمایا لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔(التوبہ: 40) ابو بکر! غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ خود ہماری حفاظت کرے گا۔ اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔

افسوس ہے کہ جب میں حج کے لیے گیا تو غارِ ثور کو نہ دیکھ سکا کیونکہ اگر میں اونچی جگہ چڑھوں تو دل دھڑکنے لگتا ہے۔ میں غارِ ثور سے ایک یا ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ تک تو پہنچ گیا۔ لیکن اس سے آگے نہ جا سکا غارِ ثور ایک چٹیل پہاڑی پر واقع ہے اور نیچے بڑی گہری کھڈ ہے۔ درخت بھی نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں بھی بہت کم ہیں۔ اس وجہ سے میرا دل کمزوری محسوس کرنے لگا میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ تم جا کر غار دیکھ آؤ اور واپس آکر مجھے اس کی کیفیت سے آگاہ کرو۔ چنانچہ وہ وہاں گئے واپس آکر انہوں نے بتایا کہ یہاں سے فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی غار ہے جس کا منہ تنور کی طرح ہے۔ اُس کے قریب کچھ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں ہیں۔ اُس کے اندر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹا سا گڑھا ہے جہاں آدمی ٹھہر سکتا ہے۔ مگر چونکہ اندھیرا تھا اس لیے اُس کا اندر سے پوری طرح جائزہ نہیں لیا جا سکا۔ غارِ حرا میں نے دیکھی ہے بلکہ وہاں جا کر نماز بھی پڑھی ہے۔ یوں تو اُس کا رستہ غارِ ثور کے رستہ سے زیادہ خطرناک ہے مگر جس پہاڑی پر غارِ حرا واقع ہے وہ چھوٹی ہے یعنی وہ زیادہ اونچی نہیں۔ غارِ ثور والی پہاڑی زیادہ اونچی ہے اور پھر وہاں سے نیچے بڑی گہری کھڈ نظر آتی ہے ورنہ غارِ حرا کا رستہ زیادہ خطرناک ہے۔ رستہ میں بڑے بڑے پتھر ہیں جن پر سے چھلانگیں لگا کر گزرنا پڑتا ہے لیکن اس کے باوجود میں حرا پر چڑھ گیا اور غارِ ثور تک نہ جا سکا۔ غارِ حرا دراصل غار نہیں بلکہ دو پتھر ہیں جو جڑے ہوئے ہیں۔ ان پتھروں کے نیچے کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ ہم نے بھی وہاں جا کر نماز پڑھی اور دعائیں کیں۔

غزوہ حنین:

پھر ہجرت کے علاوہ اَور بھی کئی مواقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدہ کو پورا کیا کہ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ مثلاً غزوہ حُنَین میں ایک موقع پر صحابہؓ دشمن کے دباؤ کی وجہ سے آپؐ سے دور چلے گئے۔ اُس وقت آپؐ کے قریب ایک ایسا

شخص تھا جو مکہ سے اسلامی لشکر کے ساتھ صرف اِس نیت سے آیا تھا کہ اگر موقع ملا تو آپؐ کو مار ڈالے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت فرمائی اور اُس دشمن کو اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

غزوہ حنین میں مکہ کے نئے مسلمان بھی شامل ہو گئے تھے اور ان میں بعض کافر بھی تھے۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ ہم بھی آپؐ کے ساتھ جائیں گے اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں گے۔ لیکن جب تیروں کی بوچھاڑ ہوئی تو وہ اس کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے بھاگنے کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کے گھوڑے بھی بھاگ اُٹھے۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارد گرد صرف چند مسلمان رہ گئے۔ آپ جب دشمن کی صفوں کی طرف بڑھنے لگے تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یَا رَسُولَ اللہ! یہ وقت آگے بڑھنے کا نہیں دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور مسلمان لشکر تتّر بتّر ہو چکا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ابو بکر! مجھے چھوڑ دو پھر فرمایا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

میں خدا تعالیٰ کا نبی ہوں جھوٹا نہیں۔ اس لیے مجھے دشمن کا کوئی ڈر نہیں۔ (میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں)

آپؐ نے یہاں ”النَّبِیُّ“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے ”اَنَا نَبِیٌّ“ نہیں کہا کیونکہ ”اَلنَّبِیُّ“ کے متعلق بائبل میں بھی پیشگوئیاں پائی جاتی تھیں کہ اُس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ چنانچہ یسعیاہ میں آتا ہے ”میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا“۔(یسعیاہ باب 42 آیت 6) پس ”النَّبِیُّ“ کا لفظ استعمال فرما کر آپؐ نے بیان فرمایا کہ میں ہی وہ موعود نبی ہوں جس کی بائبل میں پیشگوئی کی گئی تھی۔ پھر مجھے کسی دشمن کا کیا خوف ہو سکتا ہے۔ لیکن میری اس جرأت اور دلیری کی وجہ سے جو میں آٹھ ہزار تیر اندازوں کی زد میں ہونے کے باوجود دکھا رہا ہوں دشمن جو بُت پرست ہے یہ خیال نہ کرے کہ میں کوئی دیوتا یا خدا ہوں۔ بیشک میں ”النَّبِیُّ“ ہوں اور خدا تعالیٰ نے میری حفاظت کا وعدہ کیا ہے لیکن بایں ہمہ میں بشر ہی ہوں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں، خدا یا کوئی دیوتا نہیں ہوں۔ یہاں آپ نے ”اِبْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب“ کہا ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان میں ”ابنُ“ کا لفظ پوتے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ آپؐ حضرت عبد المطّلب کے پوتے تھے بیٹے نہیں تھے۔ غرض آپؐ کی جسمانی حفاظت کی بیسیوں مثالیں تاریخ میں موجود ہیں۔ اگر میں انہیں بیان کروں تو کئی گھنٹوں میں خطبہ ختم ہو لیکن مختصر طور پر میں صرف اتنا کہوں گا کہ آپؐ کی زندگی میں بیسیوں دفعہ خطرناک سے خطرناک مواقع پر خدا تعالیٰ نے آپؐ کی حفاظت فرمائی۔

پادریوں سے بحث:

پھر علمی طور پر دیکھا جائے تو جب بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دشمن نے حملہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ

کی عزت کو بچایا اور دشمن کو اُس کے مقصد میں ناکام و نامراد رکھا۔ آخری زمانہ میں جب اسلام بہت کمزور ہو گیا تھا تو کہتے ہیں اُس وقت روم کے بادشاہ نے مسلمان بادشاہ کو لکھا کہ میرے پاس کوئی مسلمان عالم بھیجیں میں اُس کی پادریوں سے بحث کرانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ مسلمان بادشاہ نے ایک عالم بھجوا دیا۔ عیسائیوں نے پہلے سے ہی منصوبہ کیا ہوا تھا۔ پادری کہنے لگا مولوی صاحب! بتائیے کہ (حضرت) عائشہؓ والا واقعہ جو احادیث میں آتا ہے وہ کیا ہے؟ مطلب اُس کا طعنہ کرنا تھا۔ مسلمان عالم جو غالباً امام ابن تیمیہؒ یا ان کے کوئی دوست تھے بڑے ہوشیار تھے کہنے لگے پادری صاحب! دنیا میں دو عورتیں گزری ہیں۔ ایک عورت کا خاوند تھا۔ خبیث لوگوں نے اُس پر الزام لگایا مگر ساری عمر اُس کے کوئی بچہ نہیں ہوا۔ لیکن ایک اَور عورت (یعنی حضرت مریمؑ) تھی جس کا خاوند بھی نہیں تھا۔ اُس پر دشمنوں نے الزام لگایا اور اُس کے ہاں بیٹا پیدا ہو گیا۔ اب آپ بتائیے کہ الزام کس عورت پر لگتا ہے؟ اِس پر پادری سخت شرمندہ اور لاجواب ہو گیا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت:

آجکل تو یہ حالت ہے کہ ذرا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی بات کہی جائے۔ مسلمان شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی ہتک کر دی گئی ہے۔ مگر اُس وقت کا مسلمان حضرت عیسیٰؑ کی غیرت کم رکھتا تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غیرت زیادہ رکھتا تھا۔ چنانچہ دیکھ لو امام ابنِ تیمیہؒ یا ان کے دوست روم کے دربار میں ڈرے نہیں بلکہ انہوں فوراً کہہ دیا کہ پادری صاحب! آپ جس عورت کا ذکر کر رہے ہیں اُس کا تو خاوند موجود تھا اور باوجود خاوند ہونے کے اُس کے ہاں ساری عمر اولاد نہیں ہوئی مگر حضرت مریمؑ کا تو خاوند بھی نہیں تھا اور اُس کے ہاں بچہ ہو گیا۔ اب آپ بتائیے کہ الزام حضرت عائشہؓ پر لگا یا حضرت مریمؑ پر۔

اسلام کا دفاع:

غرض ہر موقعہ پر جب بھی دشمن نے اسلام پر حملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کامل مومنوں کو کھڑا کر دیا اور انہوں نے دشمن کے اعتراضات کو ردّ کر دیا مثلاً غدر کے بعد مسلمانوں کی حالت بڑی خراب تھی۔ اُس وقت مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی اور آپ کے بعد بعض اَور لوگ کھڑے ہو گئے جنہوں نے عیسائیوں اور آریوں کے اعتراضات کے جواب دیئے اور دین کی حفاظت کی۔ سر سید احمد خاں صاحب نے بھی اپنے زمانہ میں عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب دیئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کر دیا جنہوں نے اتنے لمبے عرصہ تک دشمن کا مقابلہ کیا کہ آپؑ کی وفات پر دشمنوں نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ آپؑ نے اسلام کا دفاع ایسے شاندار رنگ میں کیا ہے کہ آپؑ سے پہلے اَور کسی مسلمان عالم نے اس طرح اسلام کا دفاع نہیں کیا۔ یہ وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کا ہی کرشمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وعدہ تھا کہ اُس نے آپؐ کو بہر حال بچانا ہے۔ جب دشمن نے تلوار سے حملہ کیا تو اُس نے اُس کی تلوار کو کُند کر دیا اور جب اُس نے تاریخ سے حملہ کیا تو خدا تعالیٰ نے ایسے مسلمان کھڑے کر دیئے جنہوں نے تاریخی کتب کی چھان بین کر کے دشمن کے اعتراضات کو ردّ کر دیا اور خود مخالفین کے بزرگوں کی تاریخیں کھول کر بتایا کہ وہ جو اعتراضات اسلام پر کر رہے ہیں وہ ان کے اپنے مذہب پر بھی پڑتے ہیں اور جو حصہ قرآن کریم اور احادیث سے تعلق رکھتا تھا اُسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف کر دیا۔... ...

مذہبی جوش:

میں جب لندن گیا تو وہاں میں نے ایک انگریز عورت کو لڑکیوں کو پڑھانے کے لئے بطور استانی رکھ لیا۔ وہ عورت مذہبی جوش رکھتی تھی۔ وہ میری کتابیں بھی خرید کر لے گئی۔ ایک دن اُس نے شکوہ کیا کہ آپ نے عیسائیت کے متعلق ایسی باتیں بیان کی ہیں جو ٹھیک نہیں۔ میں نے کہا تم کوئی ایک بات بیان کرو۔ اِس پر اُس نے کہا آپ نے فلاں حوالہ جو لکھا ہے اس کا مطلب پادری اَور بیان کرتے ہیں۔ میں نے کہا کیا یہ حوالہ بائبل میں موجود نہیں۔ اُس نے کہا بائبل میں تو موجود ہے لیکن اس کا وہ مطلب نہیں جو آپ نے لیا ہے۔ آپ کو اُس کا وہ مفہوم لینا چاہیے جو اُس کے ماننے والے لیتے ہیں۔ میں نے کہا تمہارا مطلب تو یہ ہوا کہ اس حوالہ کا مطلب جو عیسائی لوگ لیتے ہیں وہی مجھے بیان کرنا چاہیے۔ لیکن تمہاری اپنی کتابوں میں اسلام کے متعلق جو باتیں لکھی ہیں وہ ہم نہیں مانتے۔ پھر وہ کیونکر جائز ہیں؟ میں نے تو یہ حوالہ عیسائیوں کو عقل دلانے کے لیے لکھا ہے تا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اعتراض کرتے ہوئے وہ سمجھ سے کام لیں۔ اگر وہ قانون جسے تم نے بیان کیا ہے ٹھیک ہے تو عیسائیوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے اندر اسے جاری کریں اور اسلام کے کسی حوالہ کے ایسے معنے نہ کریں جو مسلمانوں کے نزدیک درست نہ ہوں۔ لیکن اگر وہ کسی آیت کے اپنے معنے کر کے اسلام پر اعتراض کرنے کے مجاز ہیں تو ہم بھی تورات اور انجیل کی آیات کے وہ معنے کریں گے جو ہمارے نزدیک اُن سے نکلتے ہیں۔ اِس پر اُس نے کہا تب تو وہ بات ٹھیک ہے جو آپ نے لکھی ہے۔... ...

اصل طریق یہ ہے:

پس میرے نزدیک اصل طریق یہ ہے کہ چونکہ اِس کتاب (مذہبی رہنما) کا مصنف عیسائی ہے اور امریکہ کا رہنے والا ہے اس لیے اس کے جواب میں جو کتاب لکھی جائے اُس کا ایک ایڈیشن انگریزی میں ہو جو امریکہ میں شائع کیا جائے۔ اِس میں ایک طرف تو محمد رسول اللہ ﷺ کا دفاع ہو یعنی اُن اعتراضات کا جواب ہو جو اس کتاب میں محمد رسول اللہ ﷺ پر

کئے گئے ہیں اور دوسری طرف عیسائیوں کو الزامی جواب دیا جائے ... پھر اگر اس کتاب کا مصنف زندہ ہو (ممکن ہے وہ مر گیا ہو کیونکہ اس کتاب کو شائع ہوئے اُنیتس سال کا عرصہ گزر چکا ہے) تو ہمارے مبلغ اُسے مباہلہ کا چیلنج دیں اور کہیں کہ اگر وہ سچا ہے اور عیسائی لوگ اُس کے ساتھ ہیں تو وہ پچاس عیسائی اپنے ساتھ لے آئے۔ ہم بھی اپنے ساتھ پچاس نَو۔ مسلم لے آتے ہیں اور پھر وہ ہم سے مباہلہ کرے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں طاقت ہوئی تو وہ انہیں بچا لیں گے اور اگر ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے والے خدا میں طاقت ہوئی تو وہ انہیں تباہ کر دے گا۔

اسلام کی عظمت :

اِس مباہلہ کے بعد جب عیسائیوں پر خدائی عذاب نازل ہوا تو ثابت ہو جائے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں کوئی خدائی طاقت نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجنے والا خدا اَب بھی زندہ ہے۔ گو آپؐ کی وفات پر تیرہ سَو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر وہ اب بھی آپؐ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ مباہلہ کے لیے نہ آئیں تو جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈوئی کے متعلق پروپیگنڈا کیا تھا اُس کے متعلق بھی ملک بھر میں پروپیگنڈا کیا جائے۔ اِس سے اسلام کی عظمت ظاہر ہو گی اور لوگوں پر واضح ہو جائے گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ کرنے والے جھوٹے ہیں۔ مباہلہ کا ہتھیار عیسائیت میں موجود نہیں لیکن اسلام میں موجود ہے۔ اور اِس موقع پر اِس سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ڈوئی کے اعلان کی وجہ سے امریکہ بھر میں شور پڑ گیا تھا اور بیسیوں اخباروں اور رسالوں نے ان خبروں کو شائع کیا تھا۔ اب بھی اُسی طرح اِس کتاب کے مصنف کو مباہلہ کا چیلنج دیا جائے تو ملک میں پھر زندگی پیدا ہو جائے گی اور وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کی صداقت کا ایک اَور ثبوت مل جائے گا۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفاظت کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اس لیے عیسائیوں سے کہو کہ ہم قرآن کریم کا یہ دعویٰ تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں تم پہلے ہم سے مباحثہ کر لو اور اپنے اعتراضات پیش کرو۔ ہم ان باتوں کا ردّ کریں گے اور بتائیں گے کہ ان سے بھی بدتر باتیں تمہارے ہاں موجود ہیں۔ پھر تم اُن کا جواب دے لینا۔ اور اگر مباحثہ کے بعد بھی تم اپنے دعویٰ پر قائم رہو تو ہم سے مباہلہ کر لو۔ خدا تعالیٰ خود جھوٹے کو تباہ کر دے گا اور دوسرے فریق کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔ یہ طریق ایسا ہے کہ اس سے... اسلام کا رُعب قائم ہو جائے گا۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 22 نومبر 1956ء صفحہ 2 تا 5۔ خطبات محمود جلد 37 صفحہ 433 تا 446)

تعارف کتاب ”کشتیٔ نوح“

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”کشتیٔ نوح میں میں نے اپنی تعلیم لکھ دی ہے اور اس سے ہر ایک شخص کو آگاہ ہونا ضروری ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک شہر کی جماعت جلسے کر کے سب کو یہ سنا دے۔ ایک مستعد اور فارغ شخص کو بھیج دی جاوے جو پڑھ کر سنا دے اور اگر یونہی تقسیم کرنے لگو تو خواہ پچاس ہزار ہو کافی نہیں ہو سکتی ہیں۔ اس ترکیب سے اس کی اشاعت بھی ہو جائے گی اور وہ وحدت جو ہم چاہتے ہیں جماعت میں پیدا ہونے لگے گی۔“ (ملفوظات جلد3 صفحہ 204,203 ایڈیشن 2022ء)

کشتیٔ نوح

(اے۔ ولیم)

تعارف:

خدا تعالیٰ کے انبیاء بشیر اور نذیر ہوتے ہیں۔ وہ جب خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں تو بنیادی طور پر وہ ایک خوشخبری لے کر آتے ہیں کہ جو اس کو قبول کرتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے، نجات پاتا ہے اور خدا کے مقربین میں شامل ہو جاتا ہے لیکن جو اس ماموروں مبشر کا انکار کرتے ہیں تو وہ اپنے خدا سے خبر پا کر ایسے کفار و منکرین کے لئے اعلان کرتے ہیں کہ یاد رکھو میرے اس انکار و تکفیر و تکذیب کی وجہ سے خدا کا عذاب تم پر وارد ہو گا۔ اور اس وجہ سے وہ نذیر کہلاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مامور من اللہ ہو کر دنیا کو دعوت دی اور لوگوں نے انکار واستہزاء سے کام لیا تو آپؑ نے خدا سے خبر پا کر یہ اعلان کیا کہ خاص ہندوستان میں طاعون کی وبا پھیلے گی جو خدا کی طرف سے ایک عذاب کی صورت میں ہو گی اور میری سچائی کا ایک نشان ہو گا۔ ہندوستان کے باشندگان کے لئے یہ ایک انوکھی بات تھی، طاعون کی وبا سے یہ لوگ نا آشنا تھے۔ اور ان لوگوں نے اس خدائی خبر کی طرف کوئی توجہ نہ دی لیکن پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ وبا ہندوستان میں پھیلنے لگی اور طوفان نوح کی طرح تھوڑے ہی عرصہ میں اس کے ذریعہ ایک ہولناک تباہی پھیل گئی، گھروں کے گھر خالی ہونے لگے اور بستیوں کی بستیاں ویران ہونے لگیں۔ اس وقت کے اس نوح نے الہاماً ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں آپ نے بیان فرمایا کہ میری اس کتاب میں موجود باتوں کو غور سے پڑھو اور اس میں موجود تعلیم پر عمل کرو گے تو تم اس عذاب سے بچائے جاؤ گے، گویا اس وقت کے طوفان میں یہ کتاب وہ کشتی تھی کہ جو بچانے والی تھی۔ آپؑ نے اس کتاب کا نام ”کشتیٔ نوح“ رکھا اور ایک

نام ” دعوت الایمان ‘ بھی رکھا اور ایک تیسرا نام ”تقویۃ الایمان “ بھی رکھا۔ یہ کتاب ” روحانی خزائن “ جلد19 میں ہے۔

حضور علیہ السلام کی یہ کتاب 5 اکتوبر 1902ء میں قادیان سے ضیاء الاسلام پریس میں چھپ کر شائع ہوئی۔ اس کے ٹائٹل پیج پر یہ بھی لکھا: ”رسالہ آسمانی ٹیکا جو طاعون کے بارے میں اپنی جماعت کے لئے تیار کیا گیا۔“

اس کتاب کے کچھ اہم مضامین پوائنٹس کی صورت پیش خدمت ہیں:

(1) شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی نے اپنی رعایا پر رحم کر کے دوبارہ طاعون سے بچانے کے لئے ٹیکا کی تجویز کی اور بندگان خدا کی بہبودی کے لئے کئی لاکھ روپیہ کا بوجھ اپنے سر پر ڈال لیا درحقیقت یہ وہ کام ہے جس کا شکر گذاری سے استقبال کرنا دانشمند رعایا کا فرض ہے اور سخت نادان اور اپنے نفس کا وہ شخص دشمن ہے کہ جو ٹیکا کے بارے میں بدظنی کرے۔

(2) **ہم طاعون سے محفوظ رہیں گے:** لیکن ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے سو اُس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہو گا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہو گا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مت دلگیر ہو یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں۔

(3) **کوئی اکّا دُکّا طاعون کا شکار بھی ہو سکتا ہے:** مگر ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو اُن پر طاعون وارد ہو سکتی ہے مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نسبتاً و مقابلۃً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جس کی نظیر نہیں۔

(4) کیا یہ عظیم الشان نشان نہیں کہ میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس پیشگوئی کو ایسے طور سے ظاہر کرے گا کہ ہر ایک طالب حق کو کوئی شک نہیں رہے گا اور وہ سمجھ جائے گا کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اس جماعت سے معاملہ کیا ہے بلکہ بطور نشان الٰہی کے نتیجہ یہ ہو گا کہ طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑھے گی اور خارق عادت ترقی کرے گی اور ان کی یہ ترقی تعجب سے دیکھی جائے گی۔

(5) مثلاً بار بار شور مچایا کہ آتھم پندرہ مہینہ کے اندر نہیں مرا۔ حالانکہ پیشگوئی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو پندرہ مہینہ میں نہیں مرے گا سو اس نے عین جلسہ مباحثہ پر ستّر 70 معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینہ تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا۔

(6) **دس ہزار نشان** :اسی طرح وہ غیب کی باتیں جو خدا نے مجھے بتلائی ہیں اور پھر اپنے وقت پر پوری ہوئیں وہ دس ہزار سے کم نہیں مگر کتاب نزول المسیح میں جو چھپ رہی ہے نمونہ کے طور پر صرف ڈیڑھ سو ان میں سے مع ثبوت اور گواہوں کے لکھی گئی ہیں۔ اور کوئی ایسی پیشگوئی میری نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اُس کے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا نہیں ہو چکا۔ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اس کو نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی مگر بے شرمی سے یا بے خبری سے جو چاہے کہے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہزارہا میری ایسی کھلی کھلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں۔

(7) **آسمان پر رمضان میں خسوف کسوف** کیا اور **نیّر النہار** اور **نیّر اللیل** کو میرے لئے گواہ بنا کر **دو نشان** ظاہر فرمائے۔ ایسا ہی اُس نے نبیوں کی پیشگوئی کے موافق زمین پر بھی دو نشان ظاہر کئے۔ ایک[1] وہ نشان جس کو تم قرآن شریف میں پڑھتے ہو وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ (التکویر: 5) اور حدیث میں پڑھتے ہو وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا جس کی تکمیل کیلئے ارض حجاز میں یعنی مدینہ اور مکہ کی راہ میں ریل بھی طیار ہو رہی ہے۔ دوسرا[2] نشان۔ طاعون کا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا۔ (بنی اسرائیل: 59) سو خدا نے ملک میں ریل بھی جاری کر دی اور طاعون بھی بھیج دی تا زمین بھی گواہ ہو اور آسمان بھی۔ سو خدا سے **مت لڑو** خدا سے لڑنا بیوقوفی ہے۔

(8) **اگر کوئی دوسرا مذہب اپنی سچائی پر یقین رکھتا ہے تو** .....: یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے ارادہ کو روکنے والا کوئی نہیں اس قسم کی لڑائیاں تقویٰ کا طریق نہیں البتہ اگر شک ہے تو یہ طریق ہو سکتا ہے کہ جیسا کہ میں نے خدا سے الہام پا کر ایک گروہ انسانوں کے لئے جو میرے قول پر چلنے والے ہیں عذاب طاعون سے بچنے کے لئے خوشخبری پائی ہے اور اس کو شائع کر دیا ہے ایسا ہی اگر اپنی قوم کی بھلائی آپ لوگوں کے دل میں ہے تو آپ لوگ بھی اپنے ہم مذہبوں کے لئے خدا تعالیٰ سے نجات کی بشارت حاصل کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے اور اس بشارت کو میری طرح بذریعہ چھپے ہوئے اشتہاروں کے شائع کریں تا لوگ سمجھ لیں کہ خدا آپ کے ساتھ ہے بلکہ یہ موقعہ عیسائیوں کے لئے بھی بہت ہی خوب ہے وہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ نجات مسیح سے ہے۔ پس اب ان کا بھی فرض ہے کہ ان مصیبت کے دنوں میں عیسائیوں کو طاعون سے نجات دلاویں **اِن**

تمام فرقوں سے جس کی زیادہ سُنی گئی وہی **مقبول** ہے۔ اب خدا نے ہر ایک کو موقعہ دیا ہے کہ خواہ مخواہ زمین پر مباحثات نہ کریں اپنی قبولیت بڑھ کر دکھلاویں تا طاعون سے بھی بچیں اور ان کی سچائی بھی کھل جائے۔

(9) **اور اگر یہ سوال ہو کہ وہ تعلیم کیا ہے** جس کی پوری پابندی طاعون کے حملہ سے بچا سکتی ہے تو میں بطور مختصر چند سطریں نیچے لکھ دیتا ہوں۔ **تعلیم** واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اس کو بچاؤں گا اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں:

(10) **کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے** جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا وہ دکھ اُٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلیات الگ الگ ہیں انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کے لئے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیّر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیرّ اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلّی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے وہ خارق عادت قدرت اُسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اُس کے کل تعلقات پر اُس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اُس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔

(11) **اور اس کی قضاء وقدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو** کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اُس کی **توحید** زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اُس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا

ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کیلئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اُسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔

دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اس کو دھوکا دے سکتے ہو پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بد قسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔

(12) **خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو** کہ وہ قدوس اور غیور ہے بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا خائن اُس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کیلئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔

(13) **سوائے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو** آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوۃ کے لائق ہے وہ زکوۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔

(14) **عقیدہ:** جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے **محمدّیت** کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے **نبی** کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو[2] نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں صرف ظل اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا **یہی بھید ہے** کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہو گا یعنی **وہ میں ہی ہوں** اور اس میں دورنگی نہیں آئی اور تم یقیناً سمجھو کہ **عیسیٰ بن مریم فوت ہو گیا ہے** اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔

(15) ان سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ **یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے** ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اُسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اُس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار

سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں اُن کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہّد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنی اہلیہ اور اُس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اُس عہد کو جو اُس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغ گو، جعل ساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔

(16) <u>کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں</u> جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا اُن کا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو اُن کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا ان کی حمایت میں کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بے باک گنہ گار اور بدباطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ اُن کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اُس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو ان کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔

(17) ہم اُس پر ایمان لائے ہم نے اُس کو شناخت کیا۔ تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے جس نے مجھے اس زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا اس کے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں جو شخص اُس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی ہم نے اُسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے اُس کے سوا کوئی نہیں کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا سچ تو یہ ہے کہ اُس کے آگے کوئی بات اَنْہونی نہیں مگر وہی جو اُس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔

(18) **ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے** ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوب صورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لایق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ **اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا** یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس **دَف** سے میں بازاروں میں **منادی** کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔

(19) **اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے** تم سوئے ہوئے ہوگے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔

(20) **یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں** حالانکہ وہ اُس خدا کو جانتی بھی نہیں جو تمہارا کامل اور قادر خدا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں خدا کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اُسے چھوڑتا ہے اور دنیا کی مستیوں اور لذتوں سے دل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کے رو سے وہ نرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنم میں ڈالا جاتا ہے اور کبھی اس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دنیا سے بھی نامُراد رکھا جاتا ہے۔

(21) **وحی والہام کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے:** ''میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر یک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر روح القدس کے اُترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا تم اپنے دلوں کے دروازے کھول دو تا وہ ان میں داخل ہو تم اُس آفتاب سے خود اپنے تئیں دُور ڈالتے ہو جبکہ اُس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان اٹھ اور اس کھڑکی کو کھول دے

تب آفتاب خود بخود تیرے اندر داخل ہو جائے گا۔"

(22) **حدیث نبوی ﷺ کی عظمت اور مقام**:"میں نے سنا ہے کہ بعض تم سے حدیث کو بکلّی نہیں مانتے اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو سخت غلطی کرتے ہیں میں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو۔"

(23) **ہدایت کے تین ذرائع: قرآن کریم**:"تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اوّل قرآن ہے۔.... میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات 700 سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ كُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں یہی بات سچ ہے افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مُصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے۔"

(24) **سنت رسول ﷺ**:" **دوسرا ذریعہ ہدایت کا** جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے سنّت ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروائیاں جو آپ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کے لئے کر کے دکھلائیں مثلاً قرآن شریف میں بظاہر نظر پنجگانہ نمازوں کی رکعات معلوم نہیں ہوتیں کہ صبح کس قدر اور دوسرے وقتوں میں کس کس تعداد پر لیکن سنّت نے سب کچھ کھول دیا ہے یہ دھوکہ نہ لگے کہ سنّت اور حدیث ایک چیز ہے کیونکہ حدیث تو سوڈیڑھ سَو برس کے بعد جمع کی گئی مگر سنّت کا قرآن شریف کے ساتھ ہی وجود تھا مسلمانوں پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سنّت کا ہے خدا اور رسول کی ذمہ داری کا فرض صرف دو امر تھے اور وہ یہ کہ خدا نے قرآن کو نازل کر کے مخلوقات کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دی یہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرض تھا کہ خدا کی کلام کو عملی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گفتنی باتیں کردنی کے پیرایہ میں دکھلا دیں اور اپنی سنّت یعنی

عملی کارروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا۔"

(25) **تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے** کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں اور نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی خادم اور سنّت کی خادم ہے جن لوگوں کو ادب قرآن نہیں دیا گیا وہ اس موقعہ پر حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہیں جیسا کہ یہودیوں نے اپنی حدیثوں کی نسبت کہا مگر ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سنّت قرار دیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے قرآن خدا کا قول ہے اور سنّت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنّت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔

(26) قرآن اور انجیل کی تعلیم کا موازنہ

(27) سورۃ فاتحہ اور انجیل کی دعا کا موازنہ

(28) **سورۃ فاتحہ سے امکان نبوت کا استدلال:** "سورۃ فاتحہ نری تعلیم ہی نہیں بلکہ اس میں ایک بڑی پیشگوئی بھی ہے اور وہ یہ کہ خدا نے اپنی چاروں صفات ربوبیت[1]، رحمانیت[2]، رحیمیت[3]، مالکیت یوم الدین[4] یعنی اقتدار جزا و سزا کا ذکر کر کے اور اپنی عام قدرت کا اظہار فرما کر پھر اس کے بعد کی آیتوں میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ خدایا ایسا کر کہ گزشتہ راستباز نبیوں رسولوں کے ہم وارث ٹھہرائے جائیں ان کی راہ ہم پر کھولی جائے اُن کی نعمتیں ہم کو دی جائیں خدایا ہمیں اس سے بچا کہ ہم اس قوم میں سے ہو جائیں جن پر دنیا میں ہی تیرا عذاب نازل ہوا یعنی یہود جو حضرت عیسیٰ مسیح کے وقت میں تھی جو طاعون سے ہلاک کی گئی۔ خدایا ہمیں اس سے بچا کہ ہم اُس قوم میں سے ہو جائیں جن کے شامل حال تیری رہنمائی نہ ہوئی اور وہ گمراہ ہو گئی یعنی نصاریٰ۔

(29) **مریمی مقام پانے کی پیشگوئی:** "خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔(الفاتحہ: 6) میں بشارت دی کہ اس اُمت کے بعض افراد انبیائے گزشتہ کی نعمت بھی پائیں گے نہ یہ کہ نرے یہود ہی بنیں یا عیسائی بنیں اور ان قوموں کی بدی تو لے لیں مگر نیکی نہ لے سکیں۔ اسی کی طرف سورۃ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض افراد اُمت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی تب اُس کے رحم میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس اُمت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے

مریم کا مرتبہ اُس کو ملے گا پھر اُس میں عیسیٰ کی روح پھونکی جاوے گی تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آئے گا یعنی وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائے گا گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونے کا بچہ دیا اور اس طرح پر وہ ابن مریم کہلائے گا جیسا کہ براہین احمدیہ میں اوّل میرا نام مریم رکھا گیا اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام صفحہ 241 میں اور وہ یہ ہے کہ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا یعنی اے مریم تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی؟ اور اسی کی طرف اشارہ ہے صفحہ 226 میں یعنی اس الہام میں کہ ھُزِّیْٓ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ یعنی اے مریم کھجور کے تنہ کو ہلا۔ اور پھر اُس کے بعد صفحہ 496 براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے یَامَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔ نَفَخْتُ فِیْکَ مِنْ لَّدُنِّیْ رُوْحَ الصِّدْقِ یعنی اے مریم تو مع اپنے دوستوں کے بہشت میں داخل ہو میں نے تجھ میں اپنے پاس سے صدق کی روح پھونک دی۔ خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا۔ یہ اس آیت کے مقابل پر ہے کہ نَفَخْنَا فِیْہِ مِنْ رُّوْحِنَا۔

پس اس جگہ گویا استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسیٰ کی روح جا پڑی جس کا نام روح الصدق ہے پھر سب کے آخر صفحہ 556 براہین احمدیہ میں وہ عیسیٰ جو مریم کے پیٹ میں تھا اُس کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ الہام ہوا۔ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اس جگہ میرا نام عیسیٰ رکھا گیا اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسیٰ پیدا ہو گیا جس کے روح کا نفخ صفحہ 496 میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسیٰ بن مریم کہلایا کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی دیکھو صفحہ 496 اور صفحہ 556 براہین احمدیہ۔ اور اسی واقعہ کو سورۃ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اس اُمت میں اس طرح پیدا ہو گا کہ پہلے کوئی فرد اس اُمّت کا مریم بنایا جائے گا اور پھر بعد اس کے اس مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی جائے گی پس وہ مریمیّت کے رحم میں ایک مدت تک پرورش پا کر عیسیٰ کی روحانیت میں تولّد پائے گا اور اس طرح پر وہ عیسیٰ بن مریم کہلائے گا یہ وہ خبر محمدی ابن مریم کے بارے میں ہے جو قرآن شریف یعنی سورۃ تحریم میں اس زمانہ سے تیرہ سو[1300] برس پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں سورۃ التحریم کی ان آیات کی خدا تعالیٰ نے خود تفسیر فرما دی ہے۔"

(30) **نماز:** "سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ ان کی نماز اور ان کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام

ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسول کا کلام ہے باقی اپنی تمام عام دعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظ متضرعانہ ادا کر لیا کرو تا ہو کہ تمہارے دلوں پر اُس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔

(31) **پنجگانہ نمازیں کیا چیز ہیں وہ تمہارے مختلف حالات کا فوٹو ہے** تمہاری زندگی کے لازم حال پانچ تغیر ہیں جو بلا کے وقت تم پر وارد ہوتے ہیں اور تمہاری فطرت کے لئے اُن کا وارد ہونا ضروری ہے۔

(1) پہلے جب کہ تم مطّلع کئے جاتے ہو کہ تم پر ایک بلا آنے والی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام عدالت سے ایک وارنٹ جاری ہوا یہ پہلی حالت ہے جس نے تمہاری تسلّی اور خوشحالی میں خلل ڈالا سو یہ حالت زوال کے وقت سے مشابہ ہے کیونکہ اس سے تمہاری خوشحالی میں زوال آنا شروع ہوا اس کے مقابل پر نماز ظہر متعین ہوئی جس کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے۔

(2) دوسرا تغیر اُس وقت تم پر آتا ہے جب کہ تم بلا کے محل سے بہت نزدیک کئے جاتے ہو مثلاً جب کہ تم بذریعہ وارنٹ گرفتار ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوتے ہو یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارا خوف سے خون خشک ہو جاتا ہے اور تسلی کا نور تم سے رخصت ہونے کو ہوتا ہے سو یہ حالت تمہاری اُس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب سے نور کم ہو جاتا ہے اور نظر اُس پر جم سکتی ہے اور صریح نظر آتا ہے کہ اب اس کا غروب نزدیک ہے۔ اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عصر مقرر ہوئی۔

(3) تیسرا تغیر تم پر اُس وقت آتا ہے جو اس بلا سے رہائی پانے کی بکلّی امید منقطع ہو جاتی ہے مثلاً جیسے تمہارے نام فرد قرار داد جرم لکھی جاتی ہے اور مخالفانہ گواہ تمہاری ہلاکت کے لئے گزر جاتے ہیں یہ وہ وقت ہے کہ جب تمہارے حواس خطا ہو جاتے ہیں اور تم اپنے تئیں ایک قیدی سمجھنے لگتے ہو۔ سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے اور تمام امیدیں دن کی روشنی کی ختم ہو جاتی ہیں اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز مغرب مقرر ہے۔

(4) چوتھا تغیر اس وقت تم پر آتا ہے کہ جب بلا تم پر وارد ہی ہو جاتی ہے اور اس کی سخت تاریکی تم پر احاطہ کر لیتی ہے مثلاً جب کہ فرد قرار داد جرم اور شہادتوں کے بعد حکم سزا تم کو سنایا جاتا ہے اور قید کے لئے ایک پولس مین کے تم حوالہ کئے جاتے ہو سو یہ حالت اس وقت سے مشابہ ہے جب کہ رات پڑ جاتی ہے اور ایک سخت اندھیرا پڑ جاتا ہے اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز عشاء مقرر ہے۔

(5) پھر جب کہ تم ایک مدت تک اس مصیبت کی تاریکی میں بسر کرتے ہو تو پھر آخر خدا کا رحم تم پر جوش مارتا ہے اور تمہیں اُس تاریکی سے نجات دیتا ہے مثلاً جیسے تاریکی کے بعد پھر آخر کار صبح نکلتی ہے اور پھر وہی روشنی دن کی اپنی

چمک کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے سو اس روحانی حالت کے مقابل پر نماز فجر مقرر ہے اور خدا نے تمہارے فطرتی تغیرات میں پانچ حالتیں دیکھ کر پانچ نمازیں تمہارے لئے مقرر کیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ نمازیں خاص تمہارے نفس کے فائدہ کے لئے ہیں پس اگر تم چاہتے ہو کہ ان بلاؤں سے بچے رہو تو تم پنجگانہ نمازوں کو ترک نہ کرو کہ وہ تمہاری اندرونی اور روحانی تغیرات کا ظلّ ہیں۔ نماز میں آنے والی بلاؤں کا علاج ہے تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضاء و قدر تمہارے لئے لائے گا پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولیٰ کی جناب میں تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔

(32) **دین میں جبر نہیں**: ”سارا قرآن بار بار کہہ رہا ہے کہ دین میں جبر نہیں اور صاف طور پر ظاہر کر رہا ہے کہ جن لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت لڑائیاں کی گئی تھیں وہ لڑائیاں دین کو جبراً شائع کرنے کے لئے نہیں تھیں بلکہ یا تو بطور سزا تھیں یعنی اُن لوگوں کو سزا دینا منظور تھا جنہوں نے ایک گروہ کثیر مسلمانوں کو قتل کر دیا اور بعض کو وطن سے نکال دیا تھا اور نہایت سخت ظلم کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۔(الحج: 40) یعنی ان مسلمانوں کو جن سے کفار جنگ کر رہے ہیں بسبب مظلوم ہونے کے مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی اور خدا قادر ہے کہ جو ان کی مدد کرے۔ اور یا وہ لڑائیاں ہیں جو بطور مدافعت تھیں یعنی جو لوگ اسلام کے نابود کرنے کے لئے پیش قدمی کرتے تھے یا اپنے ملک میں اسلام کو شائع ہونے سے جبراً روکتے تھے ان سے بطور حفاظت خود اختیاری یا ملک میں آزادی پیدا کرنے کے لئے لڑائی کی جاتی تھی بجز ان تین صورتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مقدس خلیفوں نے کوئی لڑائی نہیں کی بلکہ اسلام نے غیر قوموں کے ظلم کی اس قدر برداشت کی ہے جو اس کی دوسری قوموں میں نظیر نہیں ملتی۔

(33) **کریئر ڈلاسیر اجنوبی اٹلی کے سب سے مشہور اخبار** نے مندرجہ ذیل عجیب خبر شائع کی ہے۔ ”13 جولائی 1879ء کو یروشلم میں ایک بوڑھا راہب مسمّی کورمرا جو اپنی زندگی میں ایک ولی مشہور تھا اس کے پیچھے اس کی کچھ جائیداد رہی اور گورنر نے اس کے رشتہ داروں کو تلاش کر کے ان کے حوالہ دو لاکھ فرینک (ایک لاکھ پونے انیس ہزار روپیہ) کئے جو مختلف ملکوں کے سکّوں میں تھے اور اس غار میں سے ملے جہاں وہ راہب بہت عرصے سے رہتا تھا۔ روپے کے ساتھ بعض کاغذات بھی ان رشتہ داروں کو ملے جن کو وہ پڑھ نہ سکتے تھے۔ چند عبرانی زبان کے فاضلوں کو ان کاغذات کے دیکھنے کا موقعہ ملا تو ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ یہ کاغذات بہت ہی پرانی عبرانی زبان میں تھے جب ان کو پڑھا گیا تو ان میں یہ عبارت تھی۔

’’پطرس ماہی گیر یسوع مریم کے بیٹے کا خادم اِس طرح پر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے نام میں اور اس کی مرضی کے مطابق خطاب کرتا ہے‘‘ اور یہ خط اس طرح ختم ہوتا ہے۔

’’میں پطرس ماہی گیر نے یسوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوے 90 سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا اور مولیٰ یسوع مسیح مریم کے بیٹے کی موت کے تین عید فسح بعد (یعنی تین سال بعد) خداوند کے مقدس گھر کے نزدیک بولیر کے مکان میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔‘‘

ان فاضلوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ نسخہ پطرس کے وقت کا چلا آتا ہے۔ لنڈن بائبل سوسائٹی کی بھی یہی رائے ہے اور ان کا اچھی طرح سے امتحان کرانے کے بعد بائبل سوسائٹی اب ان کے عوض چار لاکھ لیرا (دو لاکھ ساڑھے سینتیس ہزار روپیہ) مالکوں کو دے کر کاغذات کو لینا چاہتی ہے۔

یسوع ابن مریم کی دعا ان دونوں پر سلام ہو۔ اس نے کہا۔

’’اے میرے خدا میں اس قابل نہیں کہ اس چیز پر غالب آسکوں جس کو میں برا سمجھتا ہوں نہ میں نے اس نیکی کو حاصل کیا ہے جس کی مجھے خواہش تھی مگر دوسرے لوگ اپنے اجر کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اور میں نہیں۔ لیکن میری بڑائی میرے کام میں ہے۔ مجھ سے زیادہ بری حالت میں کوئی شخص نہیں ہے۔ اے خدا جو سب سے بلند تر ہے میرے گناہ معاف کر۔ اے خدا ایسا نہ کر کہ میں اپنے دشمنوں کے لئے الزام کا سبب ہوں نہ مجھے اپنے دوستوں کی نظر میں حقیر ٹھہرا اور ایسا نہ ہو کہ میرا تقویٰ مجھے مصائب میں ڈالے ایسا نہ کر کہ یہی دنیا میری بڑی خوشی کی جگہ یا میرا بڑا مقصد ہو اور ایسے شخص کو مجھ پر مسلّط نہ کر جو مجھ پر رحم نہ کرے اے خدا جو بڑے رحم والا ہے اپنے رحم کی خاطر ایسا ہی کر تو جو اُن سب پر رحم کرتا ہے جو تیرے رحم کے حاجت مند ہیں۔‘‘

(34) شهد شاهد من بنی اسرائیل (**ایک اسرائیلی عالم توریت کی شہادت دربارہ قبر مسیح**) اشهد بالله ان هذا الکتاب کتبه سلمان ابن یوسف وانه رجل من اکابر بنی اسرائیل۔ دستخط: سید عبد اللہ بغدادی

(35) **اِن مولویوں پر افسوس** اگر ان میں دیانت ہوتی تو وہ تقویٰ کی راہ سے اپنی تسلی ہر طرح سے کراتے اور خدا نے تو نیک روحوں کی تسلی کر دی مگر وہ لوگ جو ابو جہل کی مٹی سے بنے ہوئے ہیں وہ اُسی طریق کو اختیار کرتے ہیں جو ابو جہل نے اختیار کیا تھا ایک مولوی صاحب نے میرٹھ سے بذریعہ رجسٹری اطلاع دی ہے کہ امرت سر میں جلسہ **ندوة العلماء** ہے اِس جگہ آکر بحث کرنی چاہئے مگر واضح ہو کہ اگر ان مخالفین کی نیتیں نیک ہوتیں اور فتح وشکست کا خیال نہ ہوتا تو ان کو اپنی تسلی

کرانے کے لئے ندوہ وغیرہ کی کیا ضرورت تھی ہم ندوہ کے علماء کو امرت سر کے علماء سے الگ نہیں سمجھتے ایک ہی عقیدہ۔ ایک ہی جنس ایک ہی مادہ ہے ہر ایک کو اختیار ہے کہ **قادیان** میں آوے مگر بحث کے لئے نہیں بلکہ صرف طلب حق کے لئے ہماری تقریر کو سنے اگر شک رہے تو غربت اور ادب کے طریق سے اپنے شکوک رفع کراوے اور وہ جب تک قادیان میں رہے گا بطور مہمان کے سمجھا جائے گا ہمیں ندوہ وغیرہ کی ضرورت نہیں اور نہ اُن کی طرف حاجت ہے یہ سب لوگ راستی کے دشمن ہیں مگر راستی دنیا میں پھیلتی جاتی ہے کیا یہ خدا تعالیٰ کا عظیم الشان معجزہ نہیں کہ اُس نے آج سے بیس 20 برس پہلے براہین احمدیہ میں اپنے الہام سے ظاہر کر دیا تھا کہ لوگ تمہارے ناکام رہنے کے لئے بڑی کوشش کریں گے اور ناخنوں تک زور لگائیں گے مگر آخر میں تمہیں ایک بڑی جماعت بناؤں گا یہ اس وقت کی وحی الٰہی ہے جب کہ میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تھا پھر میرے دعویٰ کے شائع ہونے پر مخالفوں نے ناخنوں تک زور لگائے آخر حسب پیشگوئی مذکورہ بالا یہ سلسلہ پھیل گیا اور اب آج کی تاریخ تک برٹش انڈیا میں یہ جماعت ایک لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہے ندوۃ العلماء کو اگر مرنا یاد ہے تو براہین احمدیہ اور سرکاری کاغذات کو دیکھ کر بتلاوے کہ کیا یہ معجزہ ہے یا نہیں پھر جب کہ قرآن اور معجزہ دونوں پیش کئے گئے تو اب بحث کس غرض کے لئے؟

(36) **عورتوں کو کچھ نصیحت:** ہمارے اس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں عورتیں بھی مبتلا ہیں وہ تعدّد نکاح کے مسئلہ کو نہایت بری نظر سے دیکھتی ہیں گویا اُس پر ایمان نہیں رکھتیں ان کو معلوم نہیں کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکھتی ہے پس اگر اسلام میں تعدد نکاح کا مسئلہ نہ ہوتا تو ایسی صورتیں کہ جو مردوں کے لئے نکاح ثانی کے لئے پیش آجاتی ہیں اس شریعت میں ان کا کوئی علاج نہ ہوتا۔ مثلاً اگر عورت دیوانہ ہو جائے یا مجذوم ہو جائے یا ہمیشہ کے لئے کسی ایسی بیماری میں گرفتار ہو جائے جو بیکار کر دیتی ہے یا اور کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت قابل رحم ہو مگر بیکار ہو جاوے اور مرد بھی قابل رحم کہ وہ تجرد پر صبر نہ کر سکے تو ایسی صورت میں مرد کے قویٰ پر یہ ظلم ہے کہ اس کو نکاح ثانی کی اجازت نہ دی جاوے درحقیقت خدا کی شریعت نے انہیں امور پر نظر کر کے مردوں کے لئے یہ راہ کھلی رکھی ہے اور مجبوریوں کے وقت عورتوں کے لئے بھی راہ کھلی ہے کہ اگر مرد بیکار ہو جاوے تو حاکم کے ذریعہ سے خلع کرا لیں جو طلاق کے قائم مقام ہے خدا کی شریعت دوا فروش کی دوکان کی مانند ہے پس اگر دوکان ایسی نہیں ہے جس میں سے ہر ایک بیماری کی دوا مل سکتی ہے تو وہ دوکان چل نہیں سکتی پس غور کرو کہ کیا یہ سچ نہیں کہ بعض مشکلات مردوں کے لئے ایسی پیش آجاتی ہیں جن میں وہ نکاح ثانی کے لئے مضطر ہوتے ہیں۔ وہ شریعت کس کام کی جس میں کل مشکلات کا علاج نہ ہو.....

سو تم اے عورتو اپنے خاوندوں کے ان ارادوں کے وقت کہ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کی شکایت مت کرو بلکہ تم دعا کرو کہ خدا تمہیں مصیبت اور ابتلا سے محفوظ رکھے بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابل مواخذہ ہے جو دو جوروئیں کر کے انصاف نہیں کرتا مگر تم خود خدا کی نافرمانی کر کے مورد قہرِ الٰہی مت بنو ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائے گا۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی نظر میں نیک بنو تو تمہارا خاوند بھی نیک کیا جاوے گا اگرچہ شریعت نے مختلف مصالح کی وجہ سے تعدد ازواج کو جائز قرار دیا ہے لیکن قضاو قدر کا قانون تمہارے لئے کھلا ہے اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابل برداشت نہیں تو بذریعہ دعا قضاو قدر کے قانون سے فائدہ اُٹھاؤ کیونکہ قضاو قدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آجاتا ہے تقویٰ اختیار کرو دنیا سے اور اُس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو ان کی حیثیت سے باہر ہیں کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاک دامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو خدا کے فرائض نماز زکوٰۃ وغیرہ میں سستی مت کرو اپنے خاوندوں کی دل و جان سے مطیع رہو بہت سا حصہ ان کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے سو تم اپنی اس ذمہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانتات میں گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو اور خاوندوں کے مالوں کو بیجا طور پر خرچ نہ کرو، خیانت نہ کرو، چوری نہ کرو، گلہ نہ کرو، ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے۔

(37) <u>**کتاب کے آخر پر خاتمہ کے طور پر آپؑ بیان فرماتے ہیں**</u> : یہ تمام نصائح جو ہم لکھ چکے ہیں اِس غرض سے ہیں کہ تا ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے خوف میں ترقی کرے اور تا وہ اس لائق ہو جاویں کہ خدا کا غضب جو زمین پر بھڑک رہا ہے وہ ان تک نہ پہنچے اور تا ان طاعون کے دنوں میں وہ خاص طور پر بچائے جائیں سچی تقویٰ (آہ بہت ہی کم ہے سچی تقویٰ) خدا کو راضی کر دیتی ہے اور خدا نہ معمولی طور پر بلکہ نشان کے طور پر کامل متقی کو بلا سے بچاتا ہے ہر یک مکّار یا نادان متقی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر متقی وہ ہے جو خدا کے نشان سے متقی ثابت ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ میں خدا سے پیار کرتا ہوں۔ مگر خدا سے پیار وہ کرتا ہے جس کا پیار آسمانی گواہی سے ثابت ہو۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ میرا مذہب سچا ہے مگر سچا مذہب اس شخص کا ہے جس کو اسی دنیا میں نور ملتا ہے۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ مجھے نجات ملے گی مگر اس قول میں سچا وہ شخص ہے جو اسی دنیا میں نجات کے انوار دیکھتا ہے۔ سو تم کوشش کرو کہ خدا کے پیارے ہو جاؤ تا تم ہر ایک آفت سے بچائے جاؤ۔ کامل متقی طاعون سے بچایا جائے گا کیونکہ وہ خدا کی پناہ میں ہے سو تم کامل متقی بنو جو کچھ خدا نے طاعون کے بارے میں فرمایا تم سن چکے ہو وہ ایک غضب کی آگ ہے پس تم اپنے تئیں اُس آگ سے بچاؤ۔

جو شخص سچے طور پر میری پیروی کرتا ہے اور کوئی خیانت اُس کے اندر نہیں اور نہ کسل اور نہ غفلت ہے اور نہ نیکی کے ساتھ بدی کو جمع رکھتا ہے وہ بچایا جائے گا لیکن وہ جو اس راہ میں سست قدم سے چلتا ہے اور تقویٰ کے راہوں میں پورے طور پر قدم نہیں مارتا یا دنیا پر گرا ہوا ہے وہ اپنے تئیں امتحان میں ڈالتا ہے۔ ہر ایک پہلو سے خدا کی اطاعت کرو اور ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اُس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے۔ جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ سلسلہ کے مصارف کے لئے ماہ بماہ ایک پیسہ دیوے اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے کیونکہ علاوہ لنگر خانہ کے اخراجات کے دینی کارروائیاں بھی بہت سے مصارف چاہتی ہیں۔ صدہا مہمان آتے ہیں مگر ابھی تک بوجہ عدم گنجائش مہمانوں کے لئے آرام دہ مکان میسر نہیں جیسا کہ چاہئے۔ چارپائیوں کا انتظام نہیں۔ توسیع مسجد کی ضرورتیں بھی پیش ہیں تالیف اور اشاعت کا سلسلہ بمقابل مخالفوں کے نہایت کمزور ہے۔ عیسائیوں کی طرف سے جہاں پچاس ہزار رسالے اور مذہبی پرچے نکلتے ہیں ہماری طرف سے بالالتزام ایک ہزار بھی ماہ بماہ نکل نہیں سکتا۔ یہی امور ہیں جن کے لئے ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدر وسعت مدد دینی چاہیئے تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے۔

(38) .....**تم ایسے برگزیدہ نبی کے تابع ہو کر کیوں ہمت ہارتے ہو** تم اپنے وہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق وصفا سے حیران ہو جائیں اور تم پر درود بھیجیں۔ تم ایک موت اختیار کرو تا تمہیں زندگی ملے اور تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو تا خدا اس میں اُترے۔ ایک طرف سے پختہ طور پر قطع کرو اور ایک طرف سے کامل تعلق پیدا کرو خدا تمہاری مدد کرے۔

(39) **زمین کے تم ستارے بن جاؤ:** اب میں ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یہ تعلیم میری تمہارے لئے مفید ہو اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن جاؤ اور زمین اُس نور سے روشن ہو جو تمہارے رب سے تمہیں ملے۔ آمین ثم آمین۔

يَا عِبَادَاللّٰهِ اُذَكِّرُكُمْ اَيَّامَ اللّٰهِ وَاُذَكِّرُكُمْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ..... فَلَا تُخْلِدُوْا اِلٰى زِيْنَةِ الدُّنْيَا وَزُوْرِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ...... اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

❀❀❀❀❀

طاعون کا نشان

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اپنی تصنیف ”الہام، عقل، علم اور سچائی“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”آج کی دنیا محض سو سال پہلے کی دنیا سے یکسر مختلف ہے۔ ... مذاہب کی دنیا میں بھی بیداری کے آثار نمایاں تھے۔ ہر مذہب ایک عالمگیر ربانی مصلح کی انتظار میں تھا۔ ”وہ کون ہوگا اور اس کا ظہور کہاں ہوگا۔“ یہ سوال زبان زد عام تھا۔ دعویٰ اور جوابِ دعویٰ کی وجہ سے فضا ایک تناؤ کا شکار تھی۔ لیکن سب سے زیادہ شدت کے ساتھ یہ موضوع برصغیر میں زیرِ بحث تھا۔

مسلمان اور عیسائی دونوں ہی منتظر تھے کہ مسیح کا ظہور ان میں ہوگا۔ اگر ہنود سرگرمی سے حضرت کرشنؑ کی راہ تک رہے تھے تو بدھ کے پیروکار حضرت بدھؒ کے دوبارہ ظہور کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

مذاہب کی اس کشمکش کے دور میں ایک گمنام بستی سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی پر شکوت آواز بلند ہوئی۔ آپؑ نے دیگر تمام مذاہب پر اسلام کی برتری کے دعویٰ سے مذہبی دنیا میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔ آپؑ نے قوی اور زبردست عقلی اور نقلی دلائل سے دیگر مذاہب کے عمائدین کو اس انداز میں مقابلہ کی دعوت دی کہ وہ متوجہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ہر طرف دھوم مچ گئی کہ اسلام کی تائید میں ایک نیا پہلوان میدان میں اترا ہے۔

اس وقت تک دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں اسلام اپنے دفاع کے قابل بھی نہیں تھا۔ لیکن اس نئے پہلوان کے میدان میں اترتے ہی مسلمانان برصغیر خوشی اور امید کے ملے جلے جذبات سے نہال ہوگئے۔ آپ کی معرکۃ الآراء کتاب ”براہین احمدیہ“ کے پہلے چند نسخے شائع ہونے کے ساتھ ہی آپؑ کی شہرت سارے برصغیر میں اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ ممتاز مسلمان علماء کی طرف سے آپؑ کو عظیم خراج تحسین پیش کیا گیا اور آپؑ کی تعریف میں مسلم اخبارات نے نمایاں مقالے

شائع کئے لیکن تعریف و توصیف کا یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہا۔

صورت حال اچانک اس وقت تبدیل ہو گئی جب آپؑ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے آپؑ پر الہام کے ذریعہ یہ ظاہر کیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکے ہیں اور صلیب سے نجات پانے کے ایک عرصہ بعد دوسرے انبیاء کی طرح آپؑ کی طبعی وفات ہوئی۔ نیز آپؑ نے دعویٰ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے نام پر اور ان کے رنگ میں رنگین فرما کر مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئیوں کے عین مطابق اس آخری زمانہ میں مبعوث فرمایا ہے۔۔۔۔ دعویٰ سے قبل آپؑ کی شہرت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی لیکن دعویٰ کے فوراً بعد ہر طرف سے آپؑ پر انگشت نمائی ہونے لگی۔ گو اب بھی آپؑ کے نام کا ڈنکا برصغیر میں بج رہا تھا مگر اب نہ تو آپؑ کو پہلا سا عزت و احترام دیا جا رہا تھا اور نہ ہی پہلی سی امیدیں اور توقعات آپؑ سے وابستہ کی جا رہی تھیں۔ اور خود امت مسلّمہ ہی مخالفین اسلام کی سرکوبی کرنے والے اس پہلوان کی مخالفت پر تل گئی۔

دوست دشمن ہو گئے اور چاہنے والے موت کے درپے۔ انہیں حضرت مسیح علیہ السلام کی موت گوارا نہ تھی اور نہ ہی وہ یہ ماننے کیلئے تیار تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور ثانی مسلمانوں میں بروزی رنگ میں ہو گا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کو گالیاں دی گئیں، تہمتیں لگائی گئیں، دشنام دہی سے کام لیا گیا اور اتنی شدید مخالفت ہوئی جس کی نظیر سارے برصغیر میں نہیں ملتی۔ ایسے وقت میں جب اپنے پرائے سب آپؑ کے جانی دشمن ہو رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو تسلی دی کہ وہ آپؑ کو کبھی بھی اکیلا اور بے یارومددگار نہیں چھوڑے گا۔ **آپؑ کی مخالفت اور تکذیب کرنے والوں کی وسیع تر ہلاکت کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے آپؑ کو پیش خبریاں عطا فرمائیں جو لوگوں کے لئے عبرت کا نشان بن گئیں۔** لیکن انہوں نے توجہ نہ دی اور اپنی اصلاح نہ کی اور آپؑ کو ہر قدم پر جھٹلایا۔ مگر عذاب الٰہی کی ان پیشگوئیوں کو جھٹلانا ممکن نہ تھا۔

ایک ایسی ہی اِنذاری پیشگوئی طاعون کے بارہ میں تھی جس کے متعلق آپؑ کو الہاماً بتایا گیا کہ یہ صوبہ پنجاب میں غیر معمولی تباہی لائے گی۔ اس بارہ میں جو پر شوکت پیش گوئی آپؑ نے فرمائی اس کے الفاظ یہ ہیں:

”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔“

(”براہین احمدیہ حصہ چہارم“ صفحہ 557 بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 4 مطبوعہ 1884ء، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 665)

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے طاعون ان بہت سے اندازی نشانوں میں سے ایک نشان تھا جن کی آپؑ نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ مگر یہ اتنا غیر معمولی اور پر ہیبت نشان تھا کہ اس کا خصوصیت سے علیحدہ ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ہی نہیں بلکہ قرآن کریم اور حامل قرآن آنحضرت ﷺ کی صداقت کا بھی نشان ہے۔ اس نشان سے یہ بات بھی بدیہی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ الہام ہی دراصل علم کے غیب سے شہود میں منتقل ہونے کا معتبر ترین ذریعہ ہے۔ طاعون کی جو خبر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی وہ درحقیقت قرآنی پیشگوئی ہی تھی جو آپ کے زمانہ میں دوبارہ کی گئی۔ کیونکہ اسی دور میں اس کا پورا ہونا مقدر تھا:

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ۔

(سورۃ النمل آیت 83)

ترجمہ: اور جب ان پر فرمان صادق آ جائے گا تو ہم ان کیلئے سطح زمین میں سے ایک جاندار نکالیں گے جو ان کو کاٹے گا (اس وجہ سے) کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں لاتے تھے۔

قرآن کریم میں مذکور لفظ ”دابّۃ“ کا اطلاق سطح زمین پر حرکت کرنے والے تمام قسم کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے جانوروں پر ہوتا ہے۔

(LANE, E.W. (1984) Arabic-English Lexicon. Islamic Text Society, William & Norgate. Cambridge)

اس پیشگوئی کی اہمیت اور مفہوم کو سمجھنا ازبس ضروری ہے جس میں عصر حاضر کیلئے ایک قوی اور عظیم الشان پیغام پوشیدہ ہے۔ ماضی کے اکثر علماء اور مفسرین نے اس پیشگوئی کا تعلق اس دور سے باندھا ہے جس میں مسیح اور مہدی کی آمد مقدر تھی۔ اگرچہ وہ گہرائی میں جا کر اس پیش گوئی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ تو نہ کر سکے تاہم کافی حد تک ان پر اس پیشگوئی کی حقیقت کھل گئی۔ علامہ اسماعیل حقی (البروسوی) (وفات 1137ہجری) اپنی کتاب ”روح البیان“ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مہدی کے ظہور کے بعد دجّال کا خروج ہو گا۔ تب حضرت مسیح علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔ اسی دوران دابّۃ نکلے گا اور اس کے بعد سورج مغرب سے طلوع ہو گا۔[1]

شیعہ عالم ملّا فتح اللہ کاشانی (وفات 988ہجری) اپنی تفسیر ”منہج الصادقین“ میں فرماتے ہیں: ”ہمارے بعض فاضل دوست دابّۃ والی آیت سے امت مسلّمہ میں ایک ربانی حَکَم کا ظہور مراد لیتے ہیں جو امام مہدی ہو گا۔“[2]

[1] دیکھیں: ”روح البیان فی تفسیر القرآن“ علامہ امام شیخ اسماعیل حقی بروسوی۔ جلد 6 صفحہ 397 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء
[2] دیکھیں: ”تفسیر کبیر منہج الصادقین“ ملّا فتح اللہ کاشانی۔ جلد 4 صفحہ 206,205

مفسرین احادیث کی روشنی میں اس قرآنی آیت کی تشریح اسی حد تک سمجھ سکتے تھے تاہم وہ دابّۃ کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ یہ شرف صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو نصیب ہوا جنہوں نے آخری زمانہ کے مصلح کی حیثیت سے وحیٔ الٰہی کی روشنی میں اس عظیم الشان پیشگوئی کی وضاحت فرمائی۔

فروری 1898ء میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو خبر دی کہ طاعون کا عذاب سر پر منڈلا رہا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے فوری طور پر اس اہم وعید کو اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ تمام دنیا میں مشتہر کر دیا۔ اس پیشگوئی کی وضاحت کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا کہ طاعون کے جس عذاب کی پیشگوئی کی گئی تھی دابّۃ کے ظہور والی آیت اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

آپؑ نے مزید فرمایا کہ آیت میں مذکور لفظ تُكَلِّمُ کے دو بنیادی معنے ہیں۔ ایک معنی کاٹنا اور دوسرا کلام کرنا ہے۔ آیت کا سیاق وسباق واضح کرتا ہے کہ اس کا تعلق ایسے جانور سے ہے جو الٰہی نشانات کے انکار کی وجہ سے لوگوں کو کاٹے گا۔ دوسرے معنوں کی رو سے دابّۃ لوگوں سے کلام کرے گا۔ اور اس کا کلام کرنا اس رنگ میں ہو گا کہ وہ کاٹتے وقت نیک و بد میں امتیاز کرلے گا۔

اس ابتدائی تنبیہ کے بعد بہت سے دیگر الہامات نے طاعون کی حقیقت کو کھولتے ہوئے یہ واضح کر دیا کہ یہ کس طرح حملہ آور ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بالصّراحت بتا دیا گیا تھا کہ طاعون سے پنجاب میں وسیع پیمانہ پر تباہی پھیلے گی اور گاؤں کے گاؤں ویران ہو جائیں گے۔ یہ ہر گھر کے دروازہ پر دستک دے گی اور جہاں جہاں سے گزرے گی اپنے پیچھے خوف اور دہشت چھوڑتی چلی جائے گی۔ آپؑ نے فرمایا کہ آپؑ کا اپنا قصبہ قادیان بھی اس سے محفوظ نہ رہے گا۔ لیکن اس کا حملہ آپؑ کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کر دے گا۔ یہ آپؑ کے گھر کے چاروں طرف حملہ آور ہو گی لیکن اسے آپؑ کے گھر کی چار دیواری کے اندر بھی داخل ہونے کی ہرگز اجازت نہ ہو گی۔

اِنِّیْ اُحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ

یعنی ”ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤں گا۔“

آپؑ نے اپنے ماننے والوں پر یہ بات واضح فرما دی کہ حفاظت کا یہ وعدہ صرف ان لوگوں تک محدود نہیں ہے جو آپؑ کے ظاہری گھر میں رہائش پذیر ہیں بلکہ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو آپؑ کے روحانی گھر میں رہتے ہیں یعنی احمدیہ مسلم جماعت۔ چنانچہ ایک طرف آپؑ نے مکذبین کو کھلم کھلا انذار کیا تو دوسری طرف اپنے ماننے والوں کو معجزانہ حفاظت کی خوشخبری دی۔

جہاں آپؑ نے یہ فرمایا کہ احمدی اعجازی طور پر اس آفت سے محفوظ رہیں گے وہاں یہ وضاحت بھی فرمادی کہ وہ لوگ جو صرف نام کے احمدی ہیں استثنائی طور پر اس کا شکار ہو سکتے ہیں۔ مگر احمدی بالعموم اتنے نمایاں تناسب سے بچائے جائیں گے کہ دیکھنے والوں کو اس بات میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ یہ حفاظت محض اتفاقی نہیں ہے۔

پنجاب میں طاعون کا آنا در حقیقت ایک ایسا انوکھا واقعہ ہے جو ہر پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کوئی شخص اپنی صداقت کے نشان کے طور پر نزلہ زکام سے بھی محفوظ رہنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا چہ جائیکہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کے ماننے والے بھی طاعون جیسی مہلک وبا سے بچائے جائیں گے جب تک خود خدا اس کو یہ نشان عطا نہ کرے۔ فی الحقیقت یہ ایک عظیم الشان دعویٰ تھا کہ وہ تمام لوگ جو صدق دل سے آپؑ کے مہدیٔ دوراں ہونے پر یقین رکھتے ہیں طاعون کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

بالآخر جب عذاب کی گھڑی آن پہنچی تو آپؑ کے جانی دشمنوں کیلئے گویا موت کا نقارہ بج گیا۔ ان میں کئی ایک تو حلفاً اعلان کر چکے تھے کہ مرزا غلام احمد قادیانی خود ہی طاعون کا شکار ہو جائیں گے۔ لیکن وہ خود یکے بعد دیگرے اپنے خاندانوں سمیت اس کا شکار ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ ان کا ماتم کرنے کیلئے بھی کوئی باقی نہ بچا۔ اور پیشگوئی کے عین مطابق آپؑ کے ماننے والے اتنے غیر معمولی تناسب سے محفوظ رکھے گئے جسے کسی طور بھی اتفاقی یا حادثاتی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

دنیا کی کوئی منطق اس امر کی کوئی توجیہہ پیش نہیں کر سکتی کہ سینکڑوں دیہات کی مخلوط آبادی میں سے آخر احمدی ہی کیونکر بچ نکلے۔ یہ معجزہ بار بار ایسی شان کے ساتھ ظاہر ہوا کہ اندھوں کو بھی صاف دکھائی دینے لگا اور وہ جوق در جوق احمدیت کی آغوش میں اس کثرت سے کھنچے چلے آئے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

خدا کی شان ہے کہ یہ سب طاعون سے محفوظ رکھے گئے۔ لیکن افسوس ان لوگوں پر جو بینا ہونے کے باوجود اس نشان کی آب و تاب سے اندھوں کی طرح ہو گئے۔ ایسے دیہات بھی تھے جہاں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ماننے والوں کے سوا کوئی بھی لاشوں کو قبرستان لے جانے والا باقی نہ رہا جنہوں نے بلا خوف و خطر منکرین کی لاشیں دفنانے کا فریضہ انجام دیا۔

پنجاب کے عمومی جائزہ کے بعد اب ہم قادیان کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں۔ سب کچھ پیشگوئی کے عین مطابق ہوا سوائے ان اِکّا دُکّا واقعات کے جو بظاہر پیشگوئی سے متناقض دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک معروف رفیق مولوی محمد علی صاحب شدید بخار میں مبتلا ہو گئے جس کی تمام علامات طاعون سے ملتی جلتی تھیں۔ حتیٰ کہ بغل

کے نیچے موجود گلٹیاں بھی خطرناک حد تک متورم ہو کر شدید درد اور تکلیف کا باعث بن گئیں۔ ہر ممکن اور دستیاب علاج کرایا گیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا اور تکلیف کسی طرح کم نہ ہوئی۔ مولوی صاحب یہ بات تسلیم کرنے کے لئے ہر گز تیار نہ تھے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق ہو کر خدائی وعدہ کے بر خلاف ایسے انجام سے دوچار ہوں۔ بیماری کی اذیت تو ناقابل برداشت تھی ہی، لیکن اس سے بڑھ کر یہ بات ان کیلئے سوہان روح بن گئی کہ مبادا خدا کی نظر میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے پیروکاروں میں شمار نہ ہوں۔

اسی حالت میں بستر پر کروٹیں بدلتے ہوئے انہوں نے فریاد کی کہ خدارا کوئی دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر میری کربناک حالت سے آپؑ کو آگاہ کرے اور درخواست کرے کہ حضور تشریف لا کر میرے لئے دعا کریں۔ چنانچہ آپؑ فوراً تشریف لے آئے اور اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہ کی کہ مریض طبی تشخیص کی رو سے طاعون کا شکار ہو چکا ہے۔ آپؑ نے مولوی صاحب کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ چونکہ میں خدا کا سچا مسیح ہوں اس لئے آپ ہر گز طاعون سے وفات نہیں پائیں گے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے جلد ہی اس پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہاتھ ان کی پیشانی پر ہی تھا اور آپؑ محو گفتگو ہی تھے کہ بخار کا زور ٹوٹ گیا اور طاعون کا نام و نشان تک نہ رہا۔ مولوی صاحب اٹھ بیٹھے اور بخار کے اتنی جلدی زائل ہونے پر حیرت سے اپنے آپ کو ٹٹولنے لگے۔ نہ صرف مولوی صاحب بلکہ ان کے ارد گرد بیٹھے ہوئے لوگ جو ان کی موت کا یقین کئے بیٹھے تھے اس اعجازی شفایابی پر حیران رہ گئے۔ مولوی صاحب اس کے بعد ایک لمبا عرصہ زندہ رہے اور 77 سال کی عمر میں 1951ء میں لاہور میں وفات پائی۔

طاعون نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں آخر کیونکر تمیز کر دی۔ یہ بات لوگوں کیلئے ہمیشہ معمہ بنی رہے گی سوائے ان کے جو قادرِ مطلق خدا کی لامتناہی صفات پر ایمان لاتے ہیں۔

یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ اس باب میں بیان کردہ واقعات کی تصدیق میں وہ کونسی ٹھوس شہادتیں ہیں جو غیر جانبدارانہ تحقیق کی تائید میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ اس تعلق میں پیش کی جانے والی تمام شہادتیں اندرونی ہیں۔ تمام گواہ یا تو احمدی تھے یا پھر وہ جو اس کو دیکھنے کے بعد احمدیت کی آغوش میں آگئے تاہم تمام بیرونی شہادتیں بالواسطہ ہونے کے باوجود اپنے اندر ایک زبردست اثر رکھتی ہیں کیونکہ یہ خود معاندین کی طرف سے پیش کی گئیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ کسی غیر جانبدار ادارہ کی طرف سے اس معاملہ کی آزادانہ چھان بین نہیں کی گئی۔ اس وقت صرف احمدی اور غیر احمدی دو گروہ ہی موجود تھے۔ طاعون کی تباہ کاریوں کے بارہ میں تمام حقائق اور اعداد و شمار ہمیں اس زمانہ میں شائع

ہونے والے اخبارات، رسائل، اشتہارات اور کتابوں سے مل سکتے ہیں لیکن یہ مواد صرف اسی صورت میں قابل اعتماد سمجھا جاسکتا ہے جب اس دور کے حالات کو مدّ نظر رکھ کر اس کی چھان بین کی جائے۔

سب سے اہم اور قابل ذکر امر یہ ہے کہ اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کے کردار، دعاوی اور سرگرمیوں کے بارہ میں غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو چکی تھی۔ انتہائی معاندانہ اور مضبوط غیر احمدی صحافتی دنیا جماعت احمدیہ کی تکلیف دہ، دل خراش اور منفی تصویر پیش کر رہی تھی۔ چنانچہ معاندین حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ہر قول و فعل کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لینے اور اسے ریکارڈ کر لینے کے عادی تھے۔ ہر وہ امر جس سے آپؑ کے خلاف اشتعال انگیزی کی جاسکتی تھی اسے خوب اچھالا جاتا۔ یہ اشتعال انگیزی صرف غیر احمدی صحافتی دنیا تک محدود نہ تھی بلکہ عیسائیوں اور ہندوؤں نے بھی اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور آپؑ کی مذمت اور مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے طاعون کے بارہ میں پیش کئے جانے والے حقائق اور اعداد و شمار میں اگر خفیف سی بھی غلطی ہوتی تو یہ ناممکن تھا کہ متعصب غیر احمدی صحافتی دنیا اس کو نظر انداز کر دیتی۔

پنجاب میں کم و بیش سات سال طاعون کا دور دورہ رہا۔ اس دوران حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے احمدیوں سے متعلق طاعون کے نتائج کے بارہ میں عامۃ الناس کی توجہ مسلسل برقرار رکھی۔ کئی معروف معاندین سے آپؑ کا مباہلہ ہوا اور دونوں جانب سے اس بارہ میں دعویٰ اور جواب دعویٰ شائع ہوتا رہا کہ فریقین میں سے کون خدا تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنے گا۔ بہت سے مخالفین ایک ایک کر کے مرتے چلے گئے جبکہ باقی خوف و رجا کی حالت میں رہے۔ مگر طاعون نے آپؑ کو چھوا تک نہیں اور نہ ہی آپؑ کی اہلیہؓ کو۔ اسی طرح آپؑ کی تمام اولاد بھی طاعون سے محفوظ رہی حتیٰ کہ آپؑ کے گھر کی چار دیواری میں ایک چوہا تک نہیں مرا۔

آپؑ نے ان حقائق کو بار بار مشتہر کیا جس سے مخالفین میں مخالفت کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی اور انہوں نے زور شور سے بد دعائیں کیں کہ آپؑ طاعون کا شکار ہوں مگر سب بے سود۔ آپؑ اور وہ سب لوگ جو آپؑ کے ظاہری اور روحانی گھر میں مقیم تھے اس بلا سے محفوظ رہے۔ کیا کوئی شخص کسی اخبار، رسالہ یا کتاب میں سے ایک سطر بھی نکال کر دکھا سکتا ہے جو ان حقائق کو جھٹلاتی ہو اور آپؑ کے خاندان یا آپؑ کے گھر میں بسنے والے افراد میں سے کسی ایک کا نام پیش کر سکتا ہے جو طاعون کا شکار ہوا ہو؟

یہ بات ہمیں اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع شدہ تمام لٹریچر میں نظر آتی ہے جس میں اس قسم

کے کسی سانحہ کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان اور آپؑ کے ساتھ رہنے والے لوگوں میں سے کسی ایک کی وفات کا بھی ذکر موجود نہیں۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ جن واقعات کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دور کا بھی تعلق ہوتا جماعتی اخبارات میں ان کا باقاعدگی سے تذکرہ کیا جاتا تھا۔

جہاں تک قادیان سے باہر کے احمدیوں کا تعلق ہے وہ ایک غیر معمولی تناسب سے طاعون سے بچائے گئے۔ ایسے دیہات میں جہاں طاعون سے ہلاک ہونے والے غیر از جماعت افراد کی شرح اموات مقابلۃً کہیں زیادہ تھی وہاں احمدی اموات شاذ کے طور پر تھیں۔

اگر جماعت احمدیہ کا یہ دعویٰ غلط ہوتا تو مخالف پریس ضرور اسے اچھالتا اور اپنے حق میں اسے استعمال کرتا۔ چونکہ ایسا نہیں ہوا اس لئے بجا طور پر اسے ایک مضبوط بالواسطہ بیرونی شہادت قرار دیا جا سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ کے دعویٰ کی تائید میں ایک اور ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ طاعون کے ایام میں احمدیت کو غیر معمولی ترقی نصیب ہوئی۔ چنانچہ جماعت کے ترجمان ’الحکم‘ میں چھپنے والے اعداد و شمار کے مطابق اس نازک دور میں احمدیت قبول کرنے والوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوا جبکہ غیر از جماعت اخبارات کی طرف سے کبھی بھی اس امر کی تردید نہیں کی گئی۔ یہ اعداد و شمار حقیقی تھے نہ کہ فرضی۔ آخر کیوں مخالفانہ پریس نے ’الحکم‘ کو جھٹلاتے ہوئے اپنی تائید میں کوئی ثبوت پیش نہ کیا۔ یاد رہے کہ ایسے ہی مواقع پر خاموشی الفاظ سے زیادہ طاقتور ہوا کرتی ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ 1898ء سے 1906ء تک جب پنجاب میں طاعون کا غلبہ تھا احمدیت نے غیر معمولی سرعت سے ترقی کی۔ ’الحکم‘ میں وقتاً فوقتاً چھپنے والے اعداد و شمار کے مطابق 1902ء تک احمدیوں کی تعداد ہزاروں سے ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ 1904ء تک یہ تعداد دو لاکھ تھی اور 1906ء میں جبکہ طاعون کا زور ٹوٹ چکا تھا احمدیوں کی تعداد چار لاکھ سے تجاوز کر گئی تھی۔

مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی غلط ثابت ہو جاتی تو احمدیت کبھی کی صفحۂ ہستی سے نابود ہو چکی ہوتی اور طاعون کے عذاب سے بچ جانے والے احمدی بھی لازماً حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی نعوذ باللہ جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کے نتیجہ میں طاعون کا شکار ہو جاتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ جس رفتار سے معاندین احمدیت طاعون کا شکار ہوتے جا رہے تھے اسی رفتار سے احمدیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا

جارہا تھا اور احمدیت دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی تھی۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (سورۃ الروم آیت 22)

یقیناً اس میں ایسی قوم کیلئے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

یہاں ہم قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ یہ آیت جس پر اس پیشگوئی کی بنیاد ہے اپنی ذات میں بجائے خود ایک نشان ہے۔ اس کی اعجازی شان اور مسحور کن لطافتوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے قاری کو مندرجہ ذیل امور پیش نظر رکھنا ضروری ہیں۔

یاد رہے کہ نزول قرآن کے وقت گلٹیوں والی طاعون کے پھیلنے کے اسباب معلوم نہ تھے اور نہ ہی اس وبا کے پھیلانے میں چوہوں کے کردار کا کچھ پتہ تھا۔ یہ بات تو طے ہے کہ یہ وبا چوہوں کے کاٹنے سے ہرگز نہیں پھیلتی اور نہ ہی اس پسّو کے بارہ میں کوئی علم تھا جو اس مہلک مرض کو منتقل کرنے کا باعث بنتا ہے اور جس کے کاٹنے سے طاعون کا جرثومہ خون میں سرایت کر جاتا ہے۔ اگر قرآن کریم انسان کا کلام ہوتا تو وہ کبھی بھی اس پیشگوئی میں طاعون کے پھیلنے کے سبب کو دابّۃ کے کاٹنے سے منسوب نہ کرتا۔

آج ہم جانتے ہیں کہ طاعون دراصل ایک کیڑے سے پھیلتی ہے اور ہمیں یہ بھی علم ہے کہ حشرات کی ایک بھاری تعداد کے پَر ہوتے ہیں جبکہ پَر نہ رکھنے والے حشرات کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے۔ مثلاً جوئیں، کرم کتابی اور دیمک وغیرہ۔ بالآخر یہ بات بھی اب جا کر معلوم ہوئی ہے کہ پسّو حشرات میں سے ہونے کے باوجود بجا طور پر دابّۃ قرار دیا جا سکتا ہے۔ درحقیقت یہی تو اس کا غیر معمولی وصف ہے جس کی وجہ سے یہ دابّۃ کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ وگرنہ یہ قرآنی آیت تو قطعی طور پر غلط ثابت ہو جاتی۔

ہم نہایت ادب سے ماہرین حیاتیات کی توجہ اس انوکھی مثال کی طرف مبذول کراتے ہیں اور ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے گریبان میں جھانک کر بتائیں کہ کیا وہ اس استثنائی امر کو محض اتفاق قرار دے سکتے ہیں؟"

("الہام، عقل، علم اور سچائی" مصنفہ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 551 تا 561 شائع کردہ اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز انگلستان ایڈیشن 2007ء)

❀❀❀❀❀

ہستی باری تعالیٰ کا ایک ثبوت

ایک شُبہ کا ازالہ؛ اگر کوئی خُدا ہے تو وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے)

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے اپنی تصنیف ”ہمارا خدا“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”میں ... ایک شُبہ کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں جو خدا تعالیٰ کے متعلق عموماً لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا کرتا ہے اور وہ یہ کہ اگر کوئی خدا ہے تو وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟ یہ شبہ آج کا نہیں بلکہ ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف سے پتہ چلتا ہے کہ عرب کے دہریوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی سوال کیا تھا کہ ہمیں خدا دکھا دو پھر ہم مان لیں گے۔ (سورۃ بنی اسرائیل: 93) مگر میں جب کبھی اس شبہ کا ذکر سُنتا یا پڑھتا ہوں تو مجھے اس شبہ کے پیدا کرنے والوں کی حالت پر رحم آتا ہے۔ افسوس! جب انسان ٹھوکر کھانے لگتا ہے تو اس کی عقل پر ایسا غفلت کا پردہ آجاتا ہے کہ وہ کھلی کھلی بیّنات سے بھی انکار کرنے لگ جاتا ہے۔

گذشتہ زمانوں میں اگر یہ اعتراض ہوتا تھا تو گو بہر حال لغو اور بیہودہ ہی تھا مگر پھر بھی بعض نادانوں کو عارضی طور پر دھوکے میں ڈال سکتا تھا لیکن اس زمانہ میں اس اعتراض کا پیدا ہونا واقعی حیرت انگیز ہے اور مجھے اُس شخص کی دماغی حالت پر سخت تعجب آیا کرتا ہے جو اس قسم کے شبہات سے اپنے انکار میں تسلی پانے کی کوشش کرتا ہے۔ میرے نزدیک اس قسم کے اعتراضات کا اٹھانا صرف چھوٹی عمر کے بچوں کے لئے جائز ہو سکتا ہے اور یا پھر یہ مجانین کا کام ہے مگر بہر حال چونکہ یہ ایک عام شبہ ہے اس لئے اس کا ازلہ ضروری ہے۔ چنانچہ میں مختصر طور پر اس شبہ کا جواب دیکر اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ دنیا میں مختلف چیزوں کے متعلق علم حاصل کرنے کے ذرائع مختلف ہیں مثلاً کسی چیز کے متعلق ہمیں دیکھنے سے علم حاصل ہوتا ہے کسی کے متعلق سُننے سے کسی کے متعلق چکھنے سے کسی کے متعلق سُونگھنے سے کسی کے متعلق ٹٹولنے سے اور کسی کے متعلق چُھونے سے وغیرہ وغیرہ اور یہ سب علم ایک جیسے ہی یقینی اور قابلِ اعتماد ہوتے ہیں اور ہمیں ہر گز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ہم یہ مطالبہ کریں کہ جب تک ہمیں فلاں چیز کے متعلق فلاں ذریعہ سے علم حاصل نہیں ہوگا ہم اُسے نہیں مانیں گے مثلاً رنگوں کے متعلق علم حاصل کرنے کا ذریعہ آنکھ ہے یعنی آنکھ کے ذریعہ ہم یہ پتہ لگا سکتے ہیں کہ فلاں رنگ اس قسم کا ہے اور فلاں اس قسم کا۔ اسی طرح بُو کے متعلق علم حاصل کرنے کا ذریعہ ناک ہے اور آواز کے لئے کان ہیں۔

اب یہ سراسر دیوانگی ہوگی اگر ہم یہ کہیں کہ جب تک ہم آنکھ کے ذریعہ فلاں خوشبو کو نہیں دیکھ لیں گے ہم نہیں مانیں گے۔ یا جب تک ہم ناک کے ذریعہ فلاں رنگ کو سُونگھ نہ سکیں گے۔ ہم تسلیم نہیں کرینگے۔ یا جب تک ہم فلاں آواز کو ہاتھ سے ٹٹول نہ لیں گے ہماری تسلّی نہ ہوگی۔ جو شخص ایسے اعتراضات اُٹھائیگا وہ پاگل کہلائے گا اور اگر وہ پاگل خانہ میں نہیں بھیجا جائیگا تو کم از کم گلی کے شریر اور شوخ بچوں کا تماشہ ضرور بن جائیگا۔ مگر تعجب ہے کہ خدا تعالیٰ کے متعلق لوگ آئے دن ایسے اعتراضات اُٹھاتے رہتے ہیں اور پھر بھی وہ عقلمند سمجھے جاتے ہیں اور کوئی خدا کا بندہ اِن عقل کے اندھوں سے نہیں پوچھتا کہ آخر اس جنون کی وجہ کیا ہے؟ کیا خدا کی ذات ہی ایسی رہ گئی ہے کہ تم اسے ایسی تمسخر آمیز دیوانگی کا نشانہ بناؤ؟ افسوس! صد افسوس!!

یہاں تک میں نے صرف حواسِ ظاہری کا ذکر کیا ہے جن سے دُنیا کی بہت سی چیزوں کے متعلق علم حاصل ہوتا ہے، لیکن اس دُنیا میں بیشمار چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا علم حواسِ ظاہری میں سے کسی حِس کے ذریعہ بھی براہِ راست حاصل نہیں ہو سکتا اور باوجود اس کے ہمیں ان کے متعلق ایسا ہی یقین حاصل ہے جیسا کہ ان چیزوں کے متعلق حاصل ہے جن کا علم حواس ظاہری کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر قوت مقناطیسی کو لے لو۔ کیا تم اُسے آنکھ سے دیکھ سکتے ہو یا کان سے سُن سکتے ہو یا ناک سے سُونگھ سکتے ہو یا زبان سے چکھ سکتے ہو یا ہاتھ سے چُھو سکتے ہو؟ ہر گز نہیں۔ مگر کیا تم میں سے کسی کو جرأت ہے کہ اس طاقت کا انکار کرے؟ مَیں پھر کہوں گا کہ ہر گز نہیں۔ کیونکہ گو تم اس طاقت کو اپنی کسی ظاہری حِسّ سے براہِ راست محسوس نہیں کر سکتے لیکن اُس کے اثرات و افعال تم یقینی طور پر محسوس کرتے ہو اور اثرات کا علم تمہارے اندر ایسا ہی یقینی علم پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ خود کسی چیز کا براہ راست محسوس کرنا کر سکتا ہے۔

تم دیکھتے ہو کہ جب ایک مقناطیسی لوہے کے قریب تم ایک عام لوہے کا ٹکڑا لاتے ہو تو وہ مقناطیس جھٹ اس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جب بھی تم ایسا کرتے ہو یہی نتیجہ نکلتا ہے جس سے تمہیں یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ

اس مقناطیسی لوہے کے اندر عام لوہے کے علاوہ کوئی اور طاقت موجود ہے جسے تم اپنے ظاہری حواس سے براہ راست محسوس نہیں کر سکتے مگر اس کے اثرات و افعال سے اس کا پتہ لگاتے ہو اور تمہیں کبھی یہ شُبہ نہیں گذرتا کہ چونکہ ہم نے قوتِ مقناطیس کو دیکھا یا سنا یا سونگھا یا چکھا یا چھوا نہیں اس لئے ہم اسے نہیں مان سکتے۔

اسی طرح بجلی کی طاقت ہے جو خود نظر نہیں آتی مگر اپنے اثرات و افعال سے تمہارے دلوں پر حکومت کر رہی ہے۔ تم اپنے کمرے کا بٹن دباتے ہو اور تمہارا پنکھا فر فر چلنے لگ جاتا ہے اور تم محسوس کرتے ہو کہ اب اس پنکھے میں کوئی بیرونی طاقت کام کر رہی ہے جو ایک سیکنڈ قبل اس میں موجود نہ تھی حالانکہ تم نے نہ اس طاقت کو براہ راست دیکھا نہ سنا نہ سونگھا نہ چکھا اور نہ کسی اور ظاہری حِسّ سے براہ راست اسے معلوم کیا مگر تمہارا دل اس یقین سے پر ہے کہ بجلی ایک زبردست طاقت ہے کیونکہ گو تمہارے حواس نے براہ راست بجلی کو محسوس نہیں کیا مگر اس کے افعال و اثرات و نتائج کو یقینی طور پر محسوس کیا ہے اس لئے تم اس کے انکار کی جرأت نہیں کر سکتے اور اس پر اسی طرح یقین لاتے ہو جیسے مثلاً سورج۔ چاند۔ پہاڑ دریا وغیرہ کے متعلق تمہیں یقین ہے۔

پھر مثلاً محبت کے جذبہ کو لو۔ کوئی ہے جس نے محبت کو دیکھا ہو یا سنا ہو یا چکھا ہو یا سونگھا ہو یا ٹٹولا ہو یا چُھوا ہو؟ اگر نہیں اور ہر گز نہیں تو میں کہتا ہوں کہ پھر تم میں سے کوئی ہے جو محبت کے جذبہ کا انکار کر سکے؟ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے اس مضمون کے پڑھنے والوں میں سے کوئی شخص خاص طور پر عشق کا دلدادہ اور محبت کا درد آشنا بھی ہے یا نہیں لیکن اگر کوئی ہے تو میں اس سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس نے یہ نظارہ نہیں دیکھا کہ اس کے چھوٹے سے دل میں جو وزن میں شاید آدھ پاؤ سے بھی زیادہ نہیں ہو گا محبت کا ایک ناپید اکنار اور اتھاہ سمندر موجزن ہے جو جب تلاطم پر آتا ہے تو خدا کی مخلوقات میں غالباً سب سے زیادہ مہیب اور سب سے طاقتور ہستی کہلانے کا حقدار ہو جاتا ہے اور جو ایک کمزور اور نحیف انسان کے اندر وہ قوت وطاقت بھر دیتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کی خاطر پہاڑ سے ٹکراتا ہے اور صحراؤں کی خاک چھانتا ہے اور جنگل کے درندوں کے منہ میں گھس جاتا ہے اور آگ میں زندہ کود جاتا ہے اور سمندر کی مہیب موجوں کے سامنے سینہ سپر ہوتا ہے مگر پیچھے نہیں ہٹتا۔ وہ راتوں کو جاگتا ہے اور دن کو دیوانہ وار پھرتا ہے اور اپنے زندگی کے خون کو آنکھ کے رستے بہا دیتا ہے مگر دم نہیں مارتا۔ کیا کوئی ہے جو یہ کہے کہ دنیا میں یہ طاقت موجود نہیں؟ مگر اس عظیم الشان طاقت کو کس نے دیکھا ہے؟ کس نے سنا ہے؟ کس نے سونگھا ہے؟ کس نے چکھا ہے؟ کس نے چھُوا ہے؟ اسی طرح وقت۔ زمانہ۔ قوت۔ عقل۔ شہوت۔ غضب۔ رحم وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن کو تم مانتے ہو مگر جن کو تمہارے حواسِ ظاہری نے کبھی براہِ راست محسوس نہیں کیا۔

بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے دنیا میں مختلف چیزوں کے متعلق علم حاصل کرنے کے لئے مختلف ذرائع مقرر ہیں۔ کسی چیز کا علم دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے کسی کا سننے سے، کسی کا سونگھنے سے، کسی کا چکھنے سے، کسی کا چھونے سے اور کسی کا دوسری کسی حِس کے ذریعہ سے، اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا علم ظاہری حواس کے ذریعہ سے براہِ راست حاصل ہوتا ہی نہیں بلکہ ان کا علم اُن کے اثرات و نتائج کے مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ سارے علم خواہ وہ کسی ذریعہ سے حاصل ہوں ایک سے ہی یقینی اور قابلِ اعتماد ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک طفلانہ خیال ہے کہ جب تک ہم فلاں چیز کا علم فلاں ذریعہ سے حاصل نہ کر سکیں گے ہم اس کے وجود کے قائل نہیں ہونگے۔

اصل مقصود تو حصولِ علم ہے خواہ وہ کسی ذریعہ سے حاصل ہو۔ اگر وہ حاصل ہو جاتا ہے تو ہمارا مطلب حل ہو گیا۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ میں تو تب مانوں گا کہ میں نے فلاں کمرہ کا اندرونی حصہ دیکھ لیا ہے جبکہ تم اس کمرے کی چھت پھاڑ کر مجھے اس میں چھت کے راستہ اندر داخل کرو گے اور اگر تم دروازے کے راستہ داخل کرو گے تو پھر میں نہیں مانوں گا۔ ایسے شخص سے میں یہ پوچھونگا کہ بندۂ خدا تمہارا مقصود چھت کو پھاڑنا ہے یا کمرے کے اندر جانا؟ اگر تم کمرے کے اندر داخل ہو جاتے ہو تو یہ سوال لایعنی ہے کہ چھت پھاڑ کر اوپر سے کمرہ کے اندر کودتے ہو یا کہ دروازہ کے راستے داخل ہوتے ہو۔ آخر جو رستہ کسی کمرہ کے اندر داخل ہونے کے لئے مقرر ہے اُسی سے تم اندر جاسکتے ہو اور تمہارا یہ مطالبہ سراسر مجنونانہ ہے کہ تمہارے واسطے اس کے اندر جانے کے لئے کوئی ایسا راستہ کھولا جائے جو تمہاری مرضی کے مطابق ہو۔ اگر تمہاری مرضی مانی جائے تو زید کی کیوں نہ مانی جائے۔ اور اگر زید کی مانی جائے تو بکر کی کیوں نہ مانی جائے؟ گویا مطلب یہ ہوا کہ خدا بھی تمہارے تخیلات کا کھلونا بن جائے اور نعوذ باللہ ایک بہروپیا کی طرح جس طرح کوئی چاہے اسی طرح اپنی صفات بدلتا رہے تا تمہاری ان نازک خیالیوں کو ٹھیس نہ لگنے پائے۔ افسوس! افسوس!! مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (سورۃالحج: 75) لوگوں نے خدا کی قدر کو بالکل نہیں پہچانا۔

عزیزو! اس بات کو خوب سمجھ لو کہ کوئی چیز جتنی کثیف ہوتی ہے اتنا ہی اس کا اِدراک یعنی اُس کے متعلق علم حاصل کرنا انسان کے ظاہری حواس کے قریب ہوتا ہے اور جتنی کوئی چیز لطیف ہوتی ہے اتنا ہی اس کا ادراک انسان کے ظاہری حواس سے دور ہوتا ہے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جو چیزیں بہت لطیف ہوتی ہیں ان کے ادراک کے لئے عموماً ان کے اثرات وافعال و نتائج کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے کیونکہ ان کا ادراک ہمارے ظاہری حواس کے لئے براہِ راست ممکن نہیں ہوتا۔ ان حالات میں یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا جو ایک الطف ترین ہستی ہے بلکہ جو خود دوسری لطیف چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے وہ

ان مادی آنکھوں سے نظر آ جائے۔

پس **معترض کا یہ کہنا کہ جب تک ہم خدا کو اپنی ظاہری آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے ہم نہیں مانیں گے ایک فضول اور لایعنی بات ہے۔** اس کے یہ معنے ہیں کہ یا تو معترض کے نزدیک نعوذ باللہ خدا ایک کثیف ہستی ہے اور یا کم از کم اس کا یہ منشا ہے کہ اُس کی خاطر خدا کو کثافت اختیار کر لینی چاہئے تا وہ اُسے اپنی ان آنکھوں سے دیکھ کر تسلی کر سکے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ دنیا میں لاکھوں لوگ اندھے بھی ہیں تو کیا پھر ان لوگوں کا حق نہیں ہوگا کہ وہ یہ درخواست کریں کہ خدا تعالیٰ ہماری خاطر کوئی ایسی کثافت اختیار کرے جس کے نتیجہ میں ہم اسے سونگھ سکیں یا چکھ سکیں یا ٹٹول سکیں؟ کیا خدا تعالیٰ کے متعلق یہ تمسخرانہ طریق اختیار کرنا انسان کے لئے جو دل و دماغ رکھنے کا مدّعی ہے قابلِ شرم نہیں ہے؟

تم کہتے ہو کہ ہم خدا کو اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک ہم اس کو ان ظاہری آنکھوں سے نہ دیکھ لینگے مگر **میں کہتا ہوں کہ اگر خدا ان آنکھوں سے نظر آنے لگے تو میرے نزدیک وہ اس قابل ہی نہیں رہے گا کہ ہم اس پر ایمان لائیں چہ جائیکہ اس کا ماننا ہمارے لئے آسان ہو جائے۔** کیونکہ اس صورت میں اس کی کئی دوسری صفات کو باطل قرار دینا ہو گا۔ مثلاً وہ لطیف ہے مگر اس صورت میں وہ لطیف نہیں رہے گا بلکہ کثیف ہو جائیگا۔ وہ غیر محدود ہے مگر اس صورت میں وہ غیر محدود نہیں رہے گا بلکہ محدود ہو جائیگا وغیر ذالک۔

اور پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اگر خدا تمہاری خاطر یعنی اس لئے کہ تم اس پر ایمان لے آؤ کثافت اور محدودیت اختیار کرے تو پھر تم اس وجہ سے اس کا انکار نہ کرنے لگ جاؤ گے کہ ہم کثیف اور محدود خدا کو نہیں مان سکتے۔ **اللہ اللہ! کیا ہی مقدس، کیا ہی دِلرُبا اور کیا ہی کامل ہستی ہے جس کی ہر صفت پر اس کی دوسری صفات پہرہ دار کے طور پر کھڑی ہیں۔ کیا مجال ہے کہ کوئی شخص اس کی کسی صفت پر حملہ آور ہو** اور پھر اس کی دوسری صفات بیدار اور فرض شناس سنتریوں کی طرح اس شخص کو خائب و خاسر کر کے ذلت کے گڑھے میں نہ دھکیل دیں۔ ابھی ہم نے دیکھا کہ معترض نے صرف خدا کے مخفی ہونے کی صفت کے متعلق شبہ پیدا کیا تھا۔ مگر کس طرح اس کے لطیف ہونے کی صفت اور اس کے غیر محدود ہونے کی صفت نے فوراً سامنے آ کر اس کے اس اعتراض کو پاش پاش کر دیا۔ سچ ہے خدا کا حسن اسی میں ہے کہ وہ مخفی ہو اور پھر آنکھوں کے سامنے رہے۔ وہ باطن ہو اور پھر ظاہر میں نظر آئے، وہ لطیف ہو اور پھر مادی چیزوں سے بڑھ کر محسوس و مشہود رہے۔ بد قسمت ہے وہ جس نے اس نکتہ کو نہیں سمجھا کیونکہ وہ ہلاکت کے منہ میں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کے کمال کا یہی تقاضا ہے کہ وہ لطیف ہو اور ظاہری آنکھوں سے مخفی رہے مگر اس وجہ سے اس کی ہستی کے متعلق ہرگز ہرگز کوئی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ اسے شناخت کرنے کے لئے اس راستہ سے بہت زیادہ یقینی اور قطعی راستے کھلے ہیں جو ہماری ان مادی آنکھوں کو میسر ہے۔

پس اے عزیزو! تم اس قسم کے بیہودہ شبہات سے اپنے آپ کو ایمان جیسی قیمتی چیز سے محروم نہ کرو۔ کیا تم ان لوگوں کے نقشِ قدم پر چلو گے جنہوں نے باوجود نہ دیکھنے کے مقناطیس اور بجلی کی طاقتوں کو مانا۔ وقت اور زمانہ کی حکومت کو اپنے اوپر تسلیم کیا۔ شہوت اور غضب کے سامنے گردنیں جھکائیں۔ مگر اپنے خالق و مالک کو محبت و عبودیت کا خراج دینے پر رضامند نہ ہوئے؟ نہیں نہیں! تم ایسا نہیں کرو گے۔"

("ہمارا خدا" تصنیف لطیف حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 17 تا 24 شائع کردہ اسلام انٹرنیشنل پبلی کیشنز انگلستان ایڈیشن 2007ء)

❁❁❁❁❁

انتہاء تمام سلسلہ کی تیرے رب تک ہے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں فرماتے ہیں:

"قرآن شریف نے خدا تعالیٰ کا علت العلل ہونا قرار دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی (سورۃ النجم:43) یعنی تمام سلسلہ علل و معلولات کا تیرے رب پر ختم ہو جاتا ہے۔ تفصیل اس دلیل کی یہ ہے کہ نظر تعمّق سے معلوم ہو گا کہ یہ تمام موجودات علل و معلول کے سلسلہ سے مربوط ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں طرح طرح کے علوم پیدا ہو گئے ہیں کیونکہ کوئی حصہ مخلوقات کا نظام سے باہر نہیں۔ بعض بعض کے لئے بطور اصول اور بعض بطور فروع کے ہیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ علّت یا تو خود اپنی ذات سے قائم ہو گی یا اس کا وجود کسی دوسری علّت کے وجود پر منحصر ہو گا۔ اور پھر یہ دوسری علّت کسی اور علت پر، وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور یہ تو جائز نہیں کہ اس محدود دنیا میں علل و معلول کا سلسلہ کہیں جا کر ختم نہ ہو اور غیر متناہی ہو۔ تو بالضرورت ماننا پڑا کہ یہ سلسلہ ضرور کسی اخیر علت پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ پس جس پر اس تمام سلسلہ کا انتہاء ہے وہی **خدا** ہے۔ آنکھ کھول کر دیکھ لو کہ آیت وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی اپنے مختصر لفظوں میں کس طرح اس دلیل مذکورہ بالا کو بیان فرما رہی ہے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ انتہاء تمام سلسلہ کی تیرے رب تک ہے۔" (روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 369)

صداقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نشان ”طاعون“

(ادارہ)

اپریل 1894ء میں جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق آپؐ کی صداقت کے لئے آسمان پر خسوف اور کسوف کا نشان دکھایا تو اسے دیکھ کر آپؑ کو یقین ہو گیا کہ یہ نشان مخالفین پر عذاب کے آنے کا پیغام ہے۔ چنانچہ آپؑ اپنی کتاب نور الحق حصہ دوم مطبوعہ (مئی 1894ء) میں تحریر فرماتے ہیں:

”و حاصل الکلام ان الخسوف والکسوف ایتان مخوفتان، و اذا اجتمعا فھو تھدید شدید من الرحمٰن، و اشارۃٌ الی ان العذاب قد تقرّر و اُکِّدَ من اللہ لاھل العدوان۔“

(نور الحق حصہ دوم طبع اول صفحہ 38 مطبوعہ 1894ء روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 232)

حاصل کلام یہ کہ خسوف اور کسوف دو ڈرانے والے نشان ہیں اور جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سخت طور کا ڈرانا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ظالموں کے لئے بہت نزدیک عذاب قرار پا چکا ہے۔

گویا آپؑ نے خبر دے دی کہ کسوف و خسوف کے نشان کے بعد اب مخالفین پر عذاب آنے والا ہے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر طاعون کے بارے میں جو الہامات براہین احمدیہ کے دور میں 1880ء سے لے کر 1884ء کے درمیان نازل فرمائے۔

1894ء تک جب قوم کی طرف سے مخالفت اور استہزاء کے نتیجے میں عذاب مانگا جانے لگا تو حضور علیہ السلام نے خدا سے اسی عذاب یعنی طاعون (رجز) کی دعا کی جس کی خدا نے اپنے پہلے نوشتوں میں پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔

خدائی نوشتوں میں طاعون یعنی رجز کی سزا اس سے قبل حضرت موسیٰؑ کے مخالفین پر نازل ہو چکی ہے اور حضرت

مسیح موعود کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے مخالفین پر یہ عذاب نازل فرمایا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی ان دعاؤں کو سنا اور اس کے بعد 1897ء میں آپؑ نے اپنی کتاب سراج منیر میں تحریر فرمایا کہ:

”اس عاجز کو الہام ہوا ہے یَا مَسِیْحَ الْخَلْقِ عَدْوَانَا۔ یعنی اے خلقت کے لیے مسیح ہماری متعدی بیماریوں کے لیے توجہ کر۔“

(سراج منیر طبع اول صفحہ 60 مطبوعہ مئی 1897ء، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 70)

جس وقت یہ پیشگوئی یَا مَسِیْحَ الْخَلْقِ عَدْوَانَا۔ شائع ہوئی اس وقت طاعون صرف بمبئی میں پڑی تھی اور ایک سال رہ کر رک گئی تھی اور لوگ خوش تھے کہ ڈاکٹروں نے اس کے پھیلنے کو روک دیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاعیں اس کے برخلاف کہہ رہی تھیں جبکہ لوگ اس مرض کے حملے کو ایک عارضی حملہ خیال کر رہے تھے اور پنجاب میں صرف ایک دو دیہات میں یہ مرض نہایت قلیل طور پر پایا جاتا تھا باقی کل علاقہ محفوظ تھا اور بمبئی کی طاعون بھی بظاہر دبی ہوئی معلوم ہوتی تھی اس وقت آپؑ نے ایک اور اعلان کیا:

”ایک اور ضروری امر ہے جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ روحانیت سے بے بہرہ ہیں اس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے مگر میرا فرض ہے کہ میں اس کو نوع انسان کی ہمدردی کے لئے ظاہر کروں اور وہ یہ ہے کہ آج جو 6 فروری 1898ء روز یکشنبہ ہے **میں نے خواب میں دیکھا** کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ مَیں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ ”یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔“ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اُس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا یہ کہا کہ اس کے بعد جاڑے میں پھیلے گا۔ لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا۔ اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ اِنَّهٗ اٰوَی الْقَرْیَةَ۔“

(اشتہار 6 فروری 1898ء مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 393,392 اشتہار نمبر 188، فضل عمر پریس قادیان 2019ء)

تاریخی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب میں طاعون کا پہلا کیس 17 اکتوبر 1897ء کو منظر عام پر آیا اور طاعون

نے 6فروری 1898 تک (یعنی ساڑھے تین مہینہ بعد تک) وبائی صورت اختیار نہ کی تھی۔ بلکہ 1899ء تک طاعون صرف پنجاب کے دو اضلاع جالندھر اور ہوشیار پور تک محدود تھی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حوالہ ملاحظہ ہو:

The first case of the plague occurred in Khatkar Kalan village in Banga circle on 17 October 1897. Until 1899, the plague remained confined to Jalandhar and Hoshiarpur districts.[1]

گویا پنجاب میں طاعون کا پہلا کیس 17 اکتوبر 1897ء کو منظر عام پر آیا ہے اور حضرت بانی جماعت احمدیہؑ نے طاعون کے پنجاب میں پھیلنے کا اشتہار 6فروری 1898ء کو شائع فرمایا اور 1899 تک یعنی پیشگوئی / اشتہار کے 10 مہینے بعد تک بھی طاعون صرف دو اضلاع تک محدود رہی۔

اس کے بعد طاعون نے وہ رخ اختیار کرنا شروع کیا جس کے ظہور کی خبر کئی ہزار سال سے صحف الٰہی میں محفوظ چلی آتی ہے۔ لیکن ابھی یہ اس کی ابتدائی حالت تھی یہاں تک کہ 1899ء تک بھی یہ صرف پنجاب کے دو اضلاع تک محدود تھی۔ پھر 2مارچ 1900ء میں حضرت مسیح موعودؑ کو ایک اور الہام اس بارہ میں ہوا کہ اَلْاَمْرَاضُ تُشَاعُ وَالنُّفُوْسُ تُضَاعُ۔ یعنی بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہوں گی۔ (تذکرہ صفحہ 289 ایڈیشن چہارم ضیاء الاسلام پریس ربوہ 2004ء)

اس کے بعد سے طاعون اپنے عروج پر پہنچنا شروع ہوئی۔

1902ء میں جب یہ وباء اپنے عروج پر تھی اور سب سے زیادہ زور اس کا پنجاب پر تھا تو حضرت مسیح موعودؑ نے دوبارہ اپنی وحی الٰہی اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ کو پیش کیا جس میں قادیان کے طاعون سے محفوظ رہنے کی پیشگوئی تھی۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

> "خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی۔ اس کی یہ عبارت ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ۔ یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اِس بلائے طاعون کو ہرگز دُور نہیں کرے گا جب تک لوگ اُن خیالات کو دُور نہ کر لیں جو اُن کے دِلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دُور نہیں ہو گی اور وہ **قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اِسی لئے محفوظ رکھی گئی**

[1] Epidemics in Colonial Punjab Sasha Tandon *Panjab University, Chandigarh* JPS: 20: 1&2 page 218

کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔"

("دافع البلاء" طبع اوّل صفحہ 5 مطبوعہ اپریل 1902ء۔ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 226,225)

یہاں اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے حضرت مرزا صاحب کا ایسا کوئی الہام نہیں تھا کہ قادیان میں طاعون بالکل ہی نہیں آئے گی بلکہ الہام صرف یہ تھا کہ یہاں طاعون جارف نہیں آئے گی۔ یعنی ایسی طاعون نہیں آئے گی جو گاؤں کو ویران وتباہ کر دینے والی ہو اور لوگ سراسیمہ ہو کر اِدھر اُدھر بھاگ جاویں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا: لَوْلَا الْاِكْرَامُ لَهَلَكَ الْمَقَامُ یعنی اگر ہمیں اس بات کا پاس نہ ہوتا کہ قادیان ہمارے ایک برگزیدہ رسول کا تخت گاہ ہے تو یہ گاؤں ضرور اس بات کا حقدار تھا کہ اسے بالکل ہی ہلاک وبرباد کر دیا جاتا۔ مگر اِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَةَ یعنی اب اسے کامل ویرانی وتباہی سے بچایا جاوے گا۔

جاننا چاہیئے کہ لفظ ایواء اپنے اشتقاق کے لحاظ سے قرآن کریم میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے اور سب جگہ بطریق احسان بلاء سے نجات دینے کے معنے میں آیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى۔ (الضحیٰ: 7) اس آیت میں اٰوٰی کے لفظ میں تکلیف کے بعد آرام پہنچانے کے معنے ہی مراد ہیں۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰكُمْ۔ (الانفال: 27) دیکھو اس آیت میں کس طرح ایواء کے لفظ کی حقیقت کھول کر بتادی گئی ہے اور تمہارے شک کا علاج کر دیا گیا ہے۔ پھر نوح علیہ السلام کے بیٹے کے قول کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے کہا سَاٰوِيْٓ إِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ۔ (ھود: 44) اور اس کا بلند وبالا پہاڑ کی طرف جانے کا ارادہ مصیبت کو دیکھ لینے کے بعد ہی ہوا تھا۔

اس لحاظ سے اگر قادیان میں کسی شخص کو طاعون ہوگئی تو یہ محل اعتراض نہیں ہے۔ اپنی کتاب دافع البلاء میں حضرت مسیح موعودؑ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کی تشریح فرمائی ہے:

"اٰوٰی عربی لفظ ہے جس کے معنے ہیں تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے۔ یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتّوں کی طرح مرتے ہیں۔ یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے۔ پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیاں پر وارد نہیں ہوگی۔ اسی کی تشریح یہ دوسرا الہام کرتا ہے کہ لَوْلَا الْاِكْرَامُ لَهَلَكَ الْمَقَامُ۔ یعنی اگر مجھے اس سلسلہ کی عزّت ملحوظ نہ ہوتی تو میں قادیاں کو بھی ہلاک کر دیتا۔ اس الہام سے دو باتیں سمجھی جاتی ہیں (1) اوّل یہ کہ کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حدّ تک کبھی قادیاں میں بھی کوئی واردات شاذونادر طور پر ہو جائے

جو بربادی بخش نہ ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو کیونکہ شاذونادر معدوم کا حکم رکھتا ہے۔(2)دُوسری یہ کہ یہ امر ضروری ہے کہ جن دیہات اور شہروں میں بمقابلہ قادیان کے سخت سرکش اور شریر اور ظالم اور بدچلن اور مفسد اور اس سلسلہ کے خطرناک دشمن رہتے ہیں اُن کے شہروں یا دیہات میں ضرور بربادی بخش طاعون پھوٹ پڑے گی یہاں تک کہ لوگ بے حواس ہو کر ہر طرف بھاگیں گے ہم نے اٰوِی کا لفظ جہاں تک وسیع ہے اُس کے مطابق یہ معنے کر دیئے ہیں اور ہم دعوے سے لکھتے ہیں کہ قادیاں میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھا جانے والی ہوتی ہے مگر اس کے مقابل پر دُوسرے شہروں اور دیہات میں جو ظالم اور مفسد ہیں ضرور ہولناک صورتیں پیدا ہوں گی۔ تمام دُنیا میں ایک قادیاں ہے جس کے لئے یہ وعدہ ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك۔“

(”دافع البلاء“ طبع اوّل صفحہ 5 حاشیہ مطبوعہ اپریل 1902ء روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 225 حاشیہ)

جس وقت طاعون گاؤں کے گاؤں اجاڑ رہی تھی اور قادیان کے اطراف میں طاعون پڑ رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے قادیان کو طاعون سے محفوظ رکھا۔

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے اس وقت کے تمام مشہور مذاہب اور فرقوں کو مخاطب کر کے چیلنج دیا کہ اگر وہ آپؑ کے مقابل حق پر ہیں تو اپنے مقامات کی نسبت پیشگوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

”جو شخص ان تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو اب بہت عمدہ موقع ہے۔ گویا خدا کی طرف سے تمام مذاہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے ایک نمایش گاہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور خدا نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیاں کا نام لے دیا ہے۔ اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو اُن کو چاہیئے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ اُن کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچا لے گا۔ اور سناتن دھرم والوں کو چاہیئے کہ کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ گئو کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئے گی اگر اس قدر گئو اپنا معجزہ دکھاوے تو کچھ تعجب نہیں کہ اِس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ جان بخشی کر دے۔ اِسی طرح عیسائیوں کو چاہیئے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اِسی طرح میاں شمس الدین اور اُن کی انجمن حمایت اسلام کے ممبروں کو چاہیئے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اور منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیشگوئی کر کے انجمن حمایت اسلام کو مدد دیں۔ اور مناسب ہے کہ عبد الجبار اور عبد الحق شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ دِلّی ہے اس لئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد

حسین دِلّی کی نسبت پیشگوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اس طرح سے گویا تمام پنجاب اس مہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سبکدوشی ہو جائے گی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیاں میں اپنا رسول بھیجا۔“

(”دافع البلاء“ طبع اوّل صفحہ 11,10 مطبوعہ اپریل 1902ء، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 230، 231)

نیز فرمایا:

”میں بھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت توریت اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان پر خسوف کسوف ہوگا اور زمین پر سخت طاعون پڑے گی اور میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں۔ اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو **ضرور وہ مقام** طاعون میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی۔“

(”دافع البلاء“ طبع اوّل صفحہ 18 مطبوعہ اپریل 1902ء روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 238)

اسی زمانہ میں خدا تعالیٰ نے بطور خاص آپؑ کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔ اور فرمایا کہ میں تجھے اور ہر اس شخص کو جو تیرے گھر کی چار دیواری میں رہتا ہے طاعون سے محفوظ رکھوں گا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”ان دنوں میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا مِنِ اسْتِکْبَارٍ۔ وَ اُحَافِظُکَ خَاصَّۃً۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔ یعنی مَیں ہر ایک انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو تیرے گھر میں ہوگا مگر وہ لوگ جو تکبّر سے اپنے تئیں اونچا کریں اور مَیں تجھے خصوصیت کے ساتھ بچاؤں گا۔ خدائے رحیم کی طرف سے تجھے سلام۔

جاننا چاہیئے کہ خدا کی وحی نے اِس ارادہ کو جو قادیان کے متعلق ہے دو حصوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ (1) ایک وہ ارادہ جو عام طور پر گاؤں کے متعلق ہے اور وہ ارادہ یہ ہے کہ یہ گاؤں اس شدت طاعون سے جو افراتفری اور تباہی ڈالنے والی اور ویران کرنے والی اور تمام گاؤں کو منتشر کرنے والی ہو محفوظ رہے گا۔ (2) دُوسرے یہ ارادہ کہ خدائے کریم خاص طور پر اس گھر کی حفاظت کرے گا اور اس تمام عذاب سے بچائے گا جو گاؤں کے دُوسرے لوگوں کو پہنچے گا اور اس وحی اللہ کا اخیر فقرہ اُن لوگوں کے لئے مُنذر ہے جن کے دلوں میں بے جا تکبّر ہے۔“ (”نزول المسیح“ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 402,401)

اگر حضرت بانئ جماعت احمدیہ نعوذ باللہ دعویٰ وحی والہام میں مفتری ہیں تو تمام مذاہب اور تمام فرقوں کے افراد جو آپ کی مخالفت کرتے ہیں ان میں سے جو جو خدا کی بارگاہ میں مقربین ہیں وہ اعلان کر دیں کہ ہمارے وجود کی برکت سے ہماری بستی کو ان آفات سے بچایا جائے گا۔ اگر کوئی بھی یہ اعلان نہیں کرتا اور واقعی کسی نے بھی یہ اعلان نہیں کیا تو اس نے اپنے عمل سے اس بات کا اعلان کر دیا کہ وہ خدا کا مقرب نہیں ہے اور نہ اس کے ساتھ خدا کا وہ سلوک ہے جو خدا تعالیٰ اپنے مقربین اور ان کی بستیوں کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ پوری دنیا خدا کے مقربین سے خالی ہو۔

حضرت بانئ جماعت احمدیہ نے خدا سے خبر پا کر اپنی بستی کے بارہ میں اعلان کر دیا۔ اپنی ذات کے بارہ میں اعلان کر دیا۔ اپنے گھر کے اندر رہنے والے افراد کے متعلق اعلان کر دیا کہ خدا تعالیٰ ان سب کو طاعون کے اس طوفان میں محفوظ رکھے گا۔ اگر آپ نے یہ اعلان خدا کی وحی کی بنا پر نہیں کیا تھا تو طاعون کے اس طوفان کے دوران آپ کا یہ اعلان خدا کے غضب کو بھڑکانے کا موجب بنتا۔ آپ، آپ کے گھر کے افراد اور آپ کی بستی سب سے پہلے اس قہری تجلی کا نشانہ بنتی۔ آپ کا یہ اعلان اسی طرح کا اعلان تھا جس طرح حضرت نوحؑ نے خدا سے خبر پا کر اعلان کیا تھا کہ سیلاب آئے گا اور اس سیلاب اور طوفان میں مَیں اور میری کشتی میں بیٹھنے والے افراد اس سیلاب سے محفوظ رہیں گے۔ خدا تعالیٰ نے جو نشان حضرت نوحؑ کے ذریعہ دکھایا وہی نشان اس نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کے ذریعہ طاعون کے طوفان کی شکل میں دکھایا۔

اسی بناء پر حضرت مسیح موعودؑ نے ٹیکہ جو طاعون کا بہترین علاج سمجھا جاتا تھا کروانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

”ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے اپنی رعایا میں سے **ہم ٹیکا** کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی **رحمت کا نشان** دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہو گا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب **طاعون سے بچائے** جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہو گا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مت دلگیر ہو یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جیسا میں ابھی بیان کر چکا ہوں آج سے ایک مدت پہلے وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے جس کے علم اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں اس نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ

میں ہر یک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو اس گھر کی چار دیوار میں ہو گا بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہو کر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار سے **سلسلہ میں داخل ہو** اور خدا کے احکام اور اس کے مامور کے سامنے کسی طور سے **متکبر** اور سرکش اور مغرور اور غافل اور خود سر اور خود پسند نہ ہو اور **عملی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو۔**“

(”کشتی نوح“ طبع اوّل صفحہ 2,1 مطبوعہ اکتوبر 1902ء روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 2,1)

یہ نہایت ہی سخت وباء کے ایام تھے اور ایسے علاقہ میں جو محض ایک گاؤں تھا جہاں صفائی کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا بلکہ بارش ہونے کے نتیجے میں کئی کئی دن پانی کھڑا رہتا اس جگہ کے رہنے والے شخص کا اس قسم کا دعویٰ کیسا نازک ہے اور پھر خاص طور پر جبکہ ایک شخص کے متعلق نہیں بلکہ ایک گھر کے متعلق ہو جس میں ستر یا سو آدمی رہتا ہو۔ پھر ایک سال کے متعلق نہیں بلکہ ایک لمبے عرصہ تک کے لیے ہو۔ کون سا انسان ہے جو اس قسم کی بات کا ذمہ لے سکے؟ اور کون سی انسانی طاقت ہے جو پھر اس ذمہ داری کو پورا کر سکے۔

پھر یہ بات بھی دیکھنے والی ہے کہ قادیان ایک چھوٹی سی بستی ہے اور اس وجہ سے گورنمنٹ کو اس کی صفائی کا بالکل خیال نہیں۔ اس کی گلیوں کی بری حالت کا اندازہ بھی یورپ و امریکہ کے رہنے والے نہیں کر سکتے۔ آپ کا گھر بھی شہر سے باہر نہیں بلکہ شہر کے اندر تھا۔ آپ کے مکان کے چاروں طرف لوگوں کے مکانات تھے۔ پس خاص صفائی یا کھلی ہوا کی طرف بھی آپ کے گھر کی حفاظت منسوب نہیں کی جا سکتی۔ آپ کا گھر باقی حصہ قصبہ سے نشیب میں ہے اور نصف شہر کی گندی نالیاں آپ کے مکان کے ارد گرد سے گزرتی ہیں اور پاس ہی پچاس گز کے فاصلہ پر ایک تالاب تھا جس میں برسات کا پانی سال کے اکثر حصہ میں سڑتا رہتا تھا۔ ایسے مقام پر اور ایسے گرد و پیش میں رہنے والے شخص کا اس قدر بڑا دعویٰ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ دعویٰ اگر معمولی رنگ میں بھی پورا ہوتا تو یقیناً خدا تعالیٰ کے مالک ہونے کی ایک زبردست دلیل ہوتا مگر خدا تعالیٰ نے اس نشان کو ایک زبردست نشان ثابت کرنے کے لیے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ انہوں نے اس کی شان کو بہت ہی بڑھا دیا۔

اس الہام کے شائع ہونے سے پہلے قادیان میں طاعون نہ آئی تھی۔ اگر اسی طرح طاعون کا زمانہ گزر جاتا تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ شاید اس علاقہ کی کوئی خصوصیت ہو گی کہ وہاں طاعون کے جراثیم نشوونما پاتے ہوں اور اس امر کو دیکھ کر آپ نے دعویٰ کر دیا ہو مگر ادھر اس الہام کی اشاعت ہوئی ادھر خدا تعالیٰ نے طاعون کو قادیان میں بھیج دیا اور ایک سال نہیں دو سال نہیں متواتر چار پانچ سال قادیان پر طاعون کا حملہ ہوتا رہا۔ طاعون کے حملہ کی صورت میں بھی اگر طاعون دوسرے علاقہ میں رہتی لیکن آپ کے محلہ میں نہ آتی تو امر مشتبہ رہتا کیونکہ پھر بھی یہ خیال ہو سکتا تھا کہ شاید کوئی خاص

انتظام صفائی کا کر لیا گیا ہو مگر طاعون اس محلہ میں بھی آئی جس میں آپ کا مکان تھا پھر اور قریب ہوئی اور آپ کے مکان کے دائیں اور بائیں جو مکان تھے ان میں بھی آئی پہلو بہ پہلو دیوار بہ دیوار طاعون نے حملہ کیا۔ دائیں کیا بائیں کیا آگے کیا پیچھے کیا مگر آپ کے گھر کو بالکل چھوڑ کر چلی گئی۔ اور آدمی تو الگ رہے کوئی چوہا تک اس کی زد میں نہ آیا۔ گویا اس نظارہ کی مثال اس گھر کی سی تھی جو چاروں طرف سے مکانوں میں گھرا ہوا ہو اور ان کو آگ لگ جائے وہ تمام جل کر راکھ ہو جائیں مگر وہ مکان بیچ میں سے سلامت بچ جائے اور شعلے جس وقت اس کے قریب پہنچیں خود بخود بجھ جائیں اور یہ معلوم ہو کہ کوئی طاقت بالا ان پر غیر مرئی چھینٹے ڈال کر ان کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ ایک سال نہیں دو سال نہیں متواتر پانچ سال تک قادیان میں طاعون پڑی اور ان سالوں میں پڑی جبکہ وہ ہندوستان میں فی ہفتہ تیس تیس چالیس چالیس ہزار آدمی کو لقمہ اجل بنا لیتی تھی مگر آپ کے مکان کے ارد گرد گھوم کر چلی جاتی تھی۔ کبھی اس مکان کے کسی بسنے والے پر اس نے حملہ نہیں کیا۔ حالانکہ اس پیشگوئی کی وجہ سے آپ کی جماعت کے کئی خاندان طاعون کے دنوں میں اس حفاظت سے حصہ لینے کے لیے آپ کے گھر میں آ کر بس جاتے تھے اور اس کی آبادی اس قدر بڑھ جاتی تھی کہ غیر وبائی دنوں میں بھی اس قدر آبادی نقصان کا موجب ہوتی ہے۔

طاعون سے ہونے والی تباہ کاریاں:

1901-1902ء کی Lahore: Punjab Government کی ایک رپورٹ کے مطابق معین تعداد اموات بتانا کئی عوامل کی وجہ سے مشکل تھا مثلاً کسی اور بیماری سے مرنے والوں کو طاعون زدہ سمجھنا، کسی اور علامت کو طاعون کی سمجھنا اسی طرح اموات کو چھپانا یا لاشوں کو چھپانا وغیرہ

مارچ 1902ء میں سر رواز (Sir Rewaz) نے پنجاب کی گورنری سنبھالی تو اس وقت اس بات کا شدید امکان موجود تھا کہ یہ وبا انتہائی یلغار کرے گی۔ اور انتظامیہ کو اس بابت ہدایات بھی جاری کر دی گئیں۔

1900 کے اواخر تک پنجاب میں طاعون کے 14573 کیسز رپورٹ ہو چکے تھے، جبکہ 8394 اموات (7 اضلاع میں) پنجاب کے ان 7 اضلاع میں پھیلی تھی (1۔ جالندھر 2۔ ہوشیار پور۔3۔ سیالکوٹ۔4۔ گورداسپور، 5۔ لدھیانہ 6۔ امبالہ 7۔ فیروز پور)

1900-01: 9908 متأثرین / 5542 اموات / 7 اضلاع

1901-02: 267581 متأثرین / 174041 اموات / 16 اضلاع

1902-03: 325774متأثرین / 195141اموات / 21اضلاع

1902-03تک ملتان کے بعض علاقوں کے علاوہ تقریبا تمام پنجاب میں طاعون پھیل چکا تھا۔ اسی طرح شمال میں صرف جہلم اور راولپنڈی طاعون کا شکار تھے، جبکہ جنوب مشرق میں دہلی، گورگاون کا کچھ حصہ اور روہتک طاعون سے محفوظ تھے جبکہ بالائی پہاڑی علاقوں میں طاعون کا نام ونشان تک نہ تھا۔

1903کے اواخر تک اموات کی کل تعداد377576ہو چکی تھی۔

سرکاری رپورٹس کے مطابق طاعون کی شدت ہر سال مارچ اپریل میں زور پکڑتی تھی۔ اسی طرح شدید سردی کی وجہ سے دسمبر میں اس مرض میں واضح کمی نظر آتی تھی۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ اس وبا نے شہروں سے زیادہ دیہاتوں کو نقصان پہنچایا۔ اوائل میں اگرچہ حکومتی تدابیر سخت رہیں البتہ آہستہ آہستہ ان میں نرمی ہونا شروع ہو گئیں اور لوگوں نے بھی احتیاطی تدابیر ترک کر دیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق طاعون کے علاج میں متأثرہ گھر کو خالی کرنا سب سے بنیادی اور مفید ثابت ہوا؟

(Report on plague and inoculation in the Punjab from October 1st, 1902, to September 30th, 1903, being the ... season of plague in the province (Lahore: Punjab Government Press, 1904)

Table No. I showing the Statistics of Plague by Districts for each year from 1897 to 1902-03.

Districts.	1st October 1897 to 30th September 1898.		1st October 1898 to 30th September 1899.		1st October 1899 to 30th September 1900.		1st October 1900 to 30th September 1901.		1st October 1901 to 30th September 1902.		1st October 1902 to 30th September 1903.		Total.		Remarks.
	Cases.	Deaths.	Cases.	Deaths.	Cases.	Deaths.	Cases.	Deaths.	Cases.	Deaths.	Cases.	Deaths.	Cases.	Deaths.	
Hissar	...	...	...	...	...	...	...	...	5	2	599	468	604	470	
Rohtak	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	292	220	292	220	
Gurgaon	...	...	...	...	...	...	...	...	...	...	4,371	3,700	4,371	3,700	
Delhi	...	...	...	...	...	...	...	...	11	9	10	7	21	16	
Karnál	...	...	...	...	...	...	...	...	566	333	2,457	1,701	3,023	2,034	
Ambala	...	...	...	...	...	...	72	47	29,752	22,762	8,988	6,318	38,812	29,127	
Simla	...	...	...	...	...	...	...	...	66	45	9	9	75	54	
Kángra	...	...	...	...	...	...	...	...	5	5	16	12	21	17	
Hoshiárpur	704	406	50	17	104	55	771	394	22,437	12,500	35,522	19,355	59,588	32,727	
Jullundur	2,709	1,708	355	205	729	457	3,678	1,762	32,873	18,959	46,463	25,229	86,807	48,320	
Ludhiána	...	...	...	...	...	...	40	33	65,390	48,028	8,048	4,929	73,478	52,990	
Ferozepore	...	...	...	...	...	...	16	13	10,307	6,342	11,394	7,895	21,717	14,250	
Siálkot	...	...	...	...	...	...	2,982	1,857	51,914	34,137	22,697	14,355	77,593	50,349	
Gujránwála	...	...	...	...	...	...	...	...	3,319	2,244	70,329	45,456	73,648	47,700	
Montgomery	...	...	...	...	...	...	...	...	2	...	655	228	657	228	
Lahore	...	...	...	...	...	...	...	...	20,214	9,400	54,284	25,652	74,498	35,052	
Amritsar	...	...	1	1	...	...	...	...	3,145	1,837	41,508	27,891	44,654	29,729	
Gurdáspur	...	...	...	...	...	...	2,349	1,436	25,868	16,479	8,242	5,164	36,459	23,079	
Gujrát	...	...	...	...	...	...	...	...	928	553	4,363	2,829	5,291	3,382	
Shahpur	...	...	...	...	...	...	...	...	435	206	948	585	1,383	791	
Jhelum	...	...	...	...	...	...	...	...	2	1	129	83	131	84	
Ráwalpindi	...	...	12	3	...	...	...	...	2	2	603	455	617	460	
Miánwáli	...	...	...	...	...	...	...	...	2	...	3	1	5	1	
Mooltan	...	...	1	...	...	...	...	...	26	20	4	2	31	22	
Jhang	...	...	...	...	...	...	...	...	311	176	3,813	2,597	4,124	2,773	
Dera Gházi Khan	...	...	...	...	...	...	...	...	1	1	...	...	1	1	
Total ...	3,413	2,114	419	226	833	512	9,908	5,542	267,581	174,041	325,747	195,141	607,901	377,576	

3. The severity of the epidemic in certain districts, as well as the rapidity of its spread in recent years, can be judged from the following figures relating to districts which have suffered most, *viz.*—

No.	District.	Number of villages and towns.	Particulars regarding epidemics before 1901-02.		Outbreaks of 1901-03.				Total number of plague deaths.	Population according to the Census of 1901.	Percentage of total plague deaths to population.
			Years in which infected.	Total number of plague deaths reported.	Number of villages and towns infected.	Plague deaths reported, 1901-02.	Number of villages and towns infected.	Plague deaths reported, 1902-03.			
1	Jullundur ...	1,226	1897-1901	4,132	673	18,959	714	25,229	48,320	917,587	5·2
2	Hoshiárpur ...	2,128	"	872	463	12,500	844	19,355	32,727	989,782	3·3
3	Siálkot ...	2,355	1900-1901	1,857	933	34,137	383	14,355	50,349	1,083,909	4·6
4	Gurdáspur ...	2,255	"	1,436	765	16,479	259	5,164	23,079	940,334	2·4
5	Ambala ...	1,725	"	47	404	22,762	187	6,318	29,127	815,880	3·5
6	Ludhiána ...	869	"	33	665	48,028	173	4,929	52,990	673,097	7·8
7	Ferozepore ...	1,511	"	13	91	6,342	230	7,895	14,250	958,072	1·4
8	Gujránwála ...	1,205	...	...	60	2,244	720	45,456	47,700	756,797	6·3
9	Lahore ...	1,540	...	...	411	9,400	759	25,652	35,052	1,162,109	3·0
10	Amritsar ...	1,047	...	...	60	1,837	563	27,591	29,729	1,023,828	2·9

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کرنے والے علماء میں سے مولوی ثناء اللہ امرتسری سرفہرست ہیں وہ اپنی اخبار ”اہلحدیث“ میں ”انتخاب الاخبار“ کے عنوان سے اپنی 26 اپریل 1907ء کا پورا صفحہ نمبر 11 طاعون کی تباہ کاریوں کے لئے مخصوص کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”افسوس کہ آج کل ہر طرف سے طاعونی شدت کی خبریں آرہی ہیں۔ مولوی عبد الرحمٰن دینانگری جوان صالح اور مولوی فیروزالدین صاحب سیالکوٹی جو کئی ایک کتب کے مصنف تھے انتقال کر گئے۔ ملک چراغ الدین ساہو والہ ضلع سیالکوٹ بھی طاعون سے فوت ہوئے۔ ناظرین سے ان کے جنازہ غائب کی درخواست ہے۔ اللّٰھم اغفر لھم۔

مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ تھا کہ جہاں پر ایک شخص بھی خدا کا نیک بندہ ہو گا وہاں بھی طاعون کی بلا نہ پہنچے گی مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ گزشتہ سال کی تباہی کے علاوہ امسال بھی فروری اور مارچ میں قادیان جیسے چھوٹے سے مقام پر جہاں کی آبادی کل دواڑھائی ہزار ہے 35 آدمی ہلاک ہوئے۔

طاعونی اموات کا حساب

1896ء میں	1704
1897ء میں	56055
1898ء میں	101853
1899ء	134789
1900ء	93150
1901ء	273679
1902ء	577427
1903ء	8510263
1904ء	1022299
1905ء	950863

1906ء صرف جنوری سے اپریل تک 170000''

پھر صرف ایک ہفتہ میں ہونے والی اموات کا ذکر کرتے ہوئے مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''پنجاب میں ہفتہ مختتمہ 6 اپریل کو طاعون سے جو اموات واقعہ ہوئی ہیں ان کی تفصیل ضلع وار حسب ذیل ہے۔

حصار 100، رہتک 1979، گوڑ گاؤں 137، دہلی 577، کرنال 733، انبالہ 1678، ہوشیار پور 815، جالندھر 2415، لودیانہ 2411، فیروز پور 1790، منٹگمری 269، لاہور 2170، امرتسر 1132، گورداسپور 2275، سیالکوٹ 3781، گوجرانوالہ 5254، گجرات 2659، شاہپور 1184، جہلم 527، راولپنڈی 436، اٹک 231، ملتان 1، ریاست پٹیالہ 1236، کپورتھلہ 764، مالیر کوٹلہ 106، جنید 200، کلیسہ 119، فرید کوٹ 117، نابھہ 177، کل 34436، اس سے گزشتہ ہفتہ 29154، پچھلے سال کے اسی ہفتہ 4275، (کرشن قادیانی کا ضلع گورداسپور خاص قابل غور ہے)

حضور وائسرائے بہادر ڈیرہ دون کی طرف آج کل سیر و شکار میں مشغول ہیں۔

لاہور میں طاعون کی کثرت سے لوکل سکول بند ہو رہے ہیں۔ (خدا کی پناہ) ''

(اہلحدیث امرتسر 26 اپریل 1907ء صفحہ 11)

یہ اخبار ہفتہ وار ہر جمعہ کے دن مطبع اہلحدیث امرتسر سے شائع ہوتا ہے

شرح قیمت REGISTERED L. No 352 **اغراض و مقاصد**

اخبار اہلحدیث امرتسر

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی حمایت و اشاعت کرنا ۔

اجرت اشتہارات

قواعد و ضوابط

جلد ۴

یوم جمعہ امرتسر ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۵ ہجری

اہلحدیث امرتسر ۱۱ ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء

انتخاب الاخبار

افسوس کہ آج کل ہر طرف سے طاعون شدت کی خبریں آرہی ہیں مولوی عبدالرحمن دینانگری جو ان صالح اور مولوی فیروز الدین صاحب سیالکوٹی جو کئی ایک کتب کے مصنف تھے انتقال کر گئے ۔ ملک چراغ الدین ساہو والہ ضلع سیالکوٹ بھی طاعون سے فوت ہوئے ۔ ناظرین سے ان کے جنازہ غائب کی درخواست ہے ۔ اللھم اغفرلھم ؛

مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ تھا ۔ کہ جہاں پر ایک شخص بھی خدا کا نیک بندہ ہوگا ۔ وہاں بھی طاعون کی بلا نہ پہونچیگی ۔ مگر ناظرین یہ سنکر حیران ہونگے کہ گذشتہ سال کی تباہی کے علاوہ امسال بھی فروری اور مارچ میں قادیان جیسے چھوٹے سے مقام پر جہاں کی آبادی کل دو اڑھائی ہزار ہے ۳۱۵ آدمی ہلاک ہوئے ؛

امرتسر کے ڈسٹرکٹ جج نے اپنے ہندو اردلی کو غصّے میں کہیں گالی دی ۔ اس پر اُس نے ذکری چھوڑدی اور شہر کے ہندوؤں اور وکیلوں نے بڑے زور کا جلسہ کیا جس میں مقدمہ کے لئے چندہ ہوا چنانچہ صاحب بہادر پر نالش کی جاویگی (نتیجہ کیا ہوگا ؟ وہی جو چوہوں کی کانفرنس کا بلی کے مقابلہ پر ہوا تھا) ۔

لاہور میں پنجابی اخبار کے ایڈیٹر کے آخری فیصلہ پر ہندو نوجوانوں نے بڑا شور کیا ۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور کئی ایک اور یورپینوں پر حملے کئے ۔ تین لڑکے ماخوذ ہیں ۔

اخبار مسافر آگرہ کے مقدمہ کی پیشی ۲۰ اپریل کو تھی ۔ نتیجہ نامعلوم ۔

شیخ محمد اسحٰق صاحب لاہوری کی بیوی اور لڑکا طاعون سے انتقال کرگئے تھے ۔ جن احباب نے ان کی تعزیت اور عیادت میں ہمدردی کے خطوط بھیجے تھے شیخ صاحب نے ان کا شکریہ ادا کرنیکا خط لکھا تھا جو ہنوز درج ہونے نہ پایا تھا ۔ کہ خود ان کے انتقال کی خبر بھی آگئی ۔ اس لئے ناظرین سے درخواست ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں ۔ مرحوم پرانے تو مسلم موحد تھے کئی سال سے پنشن یاب تھے ۔ اللھم اغفرلہ ۔

طاعونی اموات کا حساب

۱۸۹۶ء میں	۵۶۰۵۵	۱۸۹۷ء میں	۱۴۰۴
۱۸۹۸ء میں	۱۰۱۸۵۳		

۱۸۹۹ء	۱۳۲۷۸۹	۱۹۰۰ء	۹۳۱۵۰
۱۹۰۱ء	۲۷۳۶۷۹	۱۹۰۲ء	۵۷۷۴۲۷
۱۹۰۳ء	۸۵۱۲۶۳	۱۹۰۴ء	۱۰۲۲۲۹۹
۱۹۰۵ء	۹۵۰۸۶۳	۱۹۰۶ء صرف جنوری سے اپریل تک	۱۴۰۰۰

پنجاب میں ہفتہ مختتمہ ۶ ۔ اپریل کو طاعون سے جو اموات واقع ہوئی ہیں ۔ اُن کی تفصیل ضلع وار حسب ذیل ہے حصار ۱۰۰ ۔ رہتک ۱۹۷۹ ۔ گوڑگانوں ۱۳۷ ۔ دہلی ۵۷۷ ۔ کرنال ۷۳۳ ۔ انبالہ ۱۲۷۸ ۔ ہوشیارپور ۱۵۰۸ ۔ جالندھر ۲۴۱۵ لودیانہ ۲۴۱۱ ۔ فیروزپور ۱۷۹۰ ۔ منٹگمری ۲۶۹ ۔ لاہور ۲۱۷۰ ۔ امرتسر ۱۱۳۲ ۔ گورداسپور ۲۲۷۵ ۔ سیالکوٹ ۱۸۷۳ گوجرانوالہ ۵۲۵۴ ۔ گجرات ۲۶۵۹ ۔ شاہپور ۱۱۴۸ ۔ جہلم ۵۲۷ ۔ راولپنڈی ۴۳۶ ۔ اٹک ۲۳۱ ۔ ملتان ۱ ۔ ریاست پٹیالہ ۱۲۳۶ ۔ کپورتھلہ ۴۷۶ ۔ مالیر کوٹلہ ۱۰۷ ۔ جیند ۲۰۰ ۔ کلسیہ ۴۵ ۔ فریدکوٹ ۱۱۷ ۔ نابھہ ۱۷۷ کل ۳۶۴۴۳ ۔ اس سے گذشتہ ہفتہ ۲۹۱۵۴ ۔ پچھلے سال کے اسی ہفتہ ۲۲۷۵۴ (کرشن قادیانی کا ضلع گورداسپور خاص قابل غور ہے)

حضور وائسرائے بہادر ڈیرہ دون کیطرف آجکل سیر و شکار میں مشغول ہیں ؛

لاہور میں طاعون کی کثرت سے لوکل سکول بند ہو رہے ہیں ۔ (خدا کی پناہ)

راجکوٹ میں ایک مسلمان چپراسی نے دیوانہ ہو کر ۶ آدمیوں کو تلوار سے قتل کر ڈالا ۔ ٹیلیگراف ماسٹر نے بڑی پھرتی سے اس کو پکڑ کر حوالہ پولیس کیا ؛

ترکی گورنمنٹ نے اپنے کانسل جنرل بمبئی کی معرفت مولوی محمد انشاء اللہ ایڈیٹر اخبار وطن لاہور کے کئی تمغے چاندی کے ان لوگوں کو تقسیم کردینے کیلئے بھیجے ہیں کہ جنہوں نے حجاز ریلوے کے فنڈ میں فیاضانہ طور سے چندہ دیا ۔ ان تمغہ پانے والوں میں دو یورپین جنٹلمین اور ایک ہندو جنٹلمین ہے ان تینوں کو سلطان المعظم نے بالخصوص تمغہ عزت نشان عطا فرمایا ؛

بمبئی کے چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ نے ان تمام پولیس مینوں کو بری کردیا کہ جن پر عدول حکمی کا الزام لگا کر کمشنر پولیس نے مقدمہ فوجداری قائم کیا تھا عدالت نے قرار دیا کہ پولیس مینوں نے جو کمیٹی کی ۔ وہ ڈیوٹی کے وقت میں نہ تھی بلکہ فرصت کے وقت منعقد کی گئی تھی ۔ اس لئے تمام پولیس مین بے قصور ہیں ۔ ان پر فوجداری مقدمہ نہیں چل سکتا ۔ سب پولیس مین بری کردیئے گئے ؛

بائبل، قرآن اور احادیث میں مسیح موعود کے وقت طاعون کا نازل ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اب جبکہ اس زمانہ میں طاعون واقع ہو گئی۔ اور ایسی تباہ کاری مچائی کہ گاؤں کے گاؤں ویران کر دیئے اس قدر اموات ہوئیں کہ مردوں کو دفنانے کے لیے لوگ نہیں ملتے تھے۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ طاعون تو مسیح موعود کا نشان تھی۔ طاعون تو نازل ہو رہی ہے آیا کسی نے دعوی بھی کیا ہے کہ نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ طاعون کے ظہور سے پہلے **حضرت مرزا غلام احمد کا دعویٰ مسیحیت و مہدویت موجود ہے اور آپ کے بالمقابل کسی کا دعوی نہیں ہے۔ اگر آپ کے ساتھ اس وقت کوئی دو چار اور اشخاص نے بھی مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہوتا تو معاملہ مشتبہ ہو سکتا تھا۔ لیکن صرف آپ اکیلے کا دعویدار ہونا اور آپ کے دعوے کے بعد اس نشان کا ظاہر ہونا جس کی خبر کئی ہزار سال سے دی جارہی ہے محض اتفاق ہے یا آپؑ کی صداقت کی دلیل ہے؟**

بفرض محال اگر آپؑ کے دعویٰ کے بعد طاعون کا آنا اتفاق تھا اور آپؑ نے موقع غنیمت جان کر اسے اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا تھا خدا تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھائی تھی کہ یہ آپؑ کی صداقت کا نشان ہے۔ اگر واقعی ایسا تھا تو خدا تعالیٰ کا کیا سلوک ہونا چاہیے تھا؟ خدا تعالیٰ پر جو لوگ جھوٹ باندھتے ہیں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ سب سے پہلے ایسا دعویٰ کرنے والا طاعون کا شکار بنتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ عین اس کی پیشگوئیوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی عافیت کے حصار میں لیے رکھا اور اس کے اشد ترین مخالفین طاعون کا شکار ہوئے۔ چنانچہ چراغ دین جمونی (چراغ دین جمونی نے حضور علیہ السلام کے بارے میں کتاب میں مباہلہ کی دعا لکھی اور جناب الٰہی میں دعا کر کے حضور کی ہلاکت چاہی اور حضور علیہ السلام کو ایک فتنہ قرار دے کر خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ تو اس فتنہ کو دنیا سے اُٹھا دے یہ عجیب قدرت حق اور عبرت کا مقام ہے کہ جب مضمون مباہلہ اُس نے کاتب کے حوالہ کیا تو وہ کاپیاں ابھی پتھر پر نہیں جمی تھیں کہ دونوں لڑکے اُس کے جو صرف دو ہی تھے طاعون میں مبتلا ہو کر مر گئے اور آخر 4 اپریل 1906ء کو لڑکوں کی موت سے دو تین روز بعد طاعون میں مبتلا ہو کر اس جہان کو چھوڑ گیا) اسی طرح سعد اللہ لدھیانوی جو حضور علیہ السلام کے اشد ترین مخالفین میں سے تھا جنوری 1907ء میں طاعون سے ہلاک ہوا۔ مولوی غلام رسول عرف رسل بابا جو حضور علیہ السلام کا شدید دشمن تھا اور آپ کے خلاف کتاب حیات المسیح لکھی تھی۔ رسل بابا یہ کہا کرتا تھا کہ اگر طاعون مسیح موعود کی صداقت کا نشان ہے تو مجھے طاعون کیوں نہیں ہوتی اور آخر خدا کی طرف سے مانگی ہوئی پکڑ آئی اور 8 دسمبر 1902ء کو طاعون سے ہلاک ہوا۔ یہ صرف نمونہ کے چند نام پیش کئے گئے ہیں ورنہ ایک طویل فہرست ہے ان مخالفین کی جو خدا کی طرف سے طاعون کے شکار ہوئے اور مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے نشان بنے۔

ہندوستان میں طاعون کی آمد، حکومتی تدابیر اور عوامی ردّ عمل

(ابو حمدان)

طاعون (Plague) بیکٹیریا سے پھیلنے والی ایک ایسی بیماری ہے جو اپنی شدت کے باعث موت پر منتج ہوتی ہے۔طاعون کا کیڑا جسے Yersinia Pestis بھی کہتے ہیں دراصل Rodents میں پایا جاتا ہے۔[1] (غالباً اسی مناسبت سے اسے چوہوں سے منسوب بیماری بھی کہا جاتا ہے)اس کی بنیادی طور پر 3 اقسام ہیں:

1) بیوبانک پلیگ (Bubonic Plague)

2) نمونیائی پلیگ (Pneumonic Plague)

3) خون سے پھیلنے والا پلیگ (Septicemic Plague)

پلیگ زدہ شخص میں 1 سے 7 دن تک علامات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

علامات:

(1) بیوبانک پلیگ: شدید بخار، ٹھنڈ لگنا، سر درد، تھکاوٹ، پٹھوں میں درد اور ابھری ہوئی گلٹی وغیرہ

(2) نمونیائی پلیگ: 24 گھنٹے کے اندر اندر ایک سے دوسرے کو لگنا۔

(3) خون سے پھیلنے والا پلیگ: پیٹ درد، اسہال، الٹی،، شدید کمزوری، شدید دھچکا اور خون بہنا (اندرونی)[2]

ایک تحقیق کے مطابق اس وبا کا پھیلاؤ چوہوں کے طفیل ہوتا ہے خاص طور پر سیاہ رنگ کے چوہے جو انسانوں کے زیادہ قریب موجود رہتے ہیں۔چوہوں پر موجود پلیگ کے جراثیم مکھیوں کے ذریعہ پھیلتے ہیں جنہیں سائنسی زبان میں Pulex Cheopis کہا جاتا ہے۔اسی لئے بعض ماہرین کے نزدیک ایک محاورہ استعمال ہوتا ہے:

"No Rats no Plague"[3]

---

[1] T. Butler, "Plague History: Yersin's Discovery of the Causative Bacterium…Scientific Progress in Understanding the Disease and the Development of Treatments and Vaccines," *Clinical Microbiology and Infection* p;20 no. 3 (January 2014): 203.

[2] https://www.who.int/news-room/fact-sheets/detail/plague

[3] L. Fabian Hirst, The Conquest of Plague: A Study of the Evolution of Epidemiology (Oxford: Claredon Press, 1953),p; 121.

ہندوستان میں پلیگ کی آمد:

ہندوستان ایک انتہائی اہم تجارتی مرکز ہونے کے باعث تمام دنیا کے جہازوں، تاجروں اور آمدورفت کا مرکز رہا ہے۔ چنانچہ دیگر خطوں سے درآمد ہونے والی دیگر اشیاء کے ساتھ ساتھ مختلف بیماریاں اور عوارض بھی ان کے ساتھ آتے رہے ہیں۔ مؤرخین اور ماہرین طب کے مطابق طاعون کی بیماری بھی انہیں تجارتی راستوں سے ہی داخل ہوئی ہے اور ہانگ کانگ سے طاعون کے ہندوستان (بمبئی) آنے کے متعلق متفرق قرائن بتائے جاتے ہیں۔[1]

انیسویں صدی کے اواخر میں برصغیر پاک وہند میں طاعون کی بیماری پھیلنا شروع ہوئی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ خاص طور پر پنجاب کی صورتحال کافی گھمبیر ہوتی چلی گئی۔ جہاں مرنے والوں کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ ایک اندازہ کے مطابق اس بیماری سے اموات کی کل تعداد 30لاکھ سے زائد رہی۔ جس میں سے صرف1903ء تا1907ء کے عرصہ میں20لاکھ کے قریب اموات واقع ہوئیں۔[2] صرف لاہور میں ہی1902ء میں کل 20ہزار افراد میں اس وبا کی تشخیص ہوئی جن میں سے 50فیصد اموات واقع ہوئیں۔[3] اس بیماری سے نمٹنے اور پھیلاؤ کو روکنے کیلئے حکومت برطانیہ نے مختلف حربے استعمال کئے۔ البتہ مختلف کلچرز، مذاہب، رجحانات اور طریق بودوباش کی وجہ سے مقامی افراد کیلئے یہ تجربات کافی گراں رہے، جن کی کیفیات کا اندازہ مرض، مریض اور سدباب کیلئے لاگو کی جانے والی پالیسی پر منحصر ہوا کرتا تھا۔[4]

اوائل میں تو اس بیماری کی تشخیص نہ ہو پائی جس کے باعث اسے وبا کے طور پر کچھ دیر بعد گردانا گیا۔ البتہ بعض مقامی افراد خاص طور پر بمبئی کے باشندوں کے نزدیک حکومت اپنی نااہلی اور ناکافی سہولیات چھپانے کے لئے اس بیماری کو منظر عام پر فوراً نہ لا سکی، البتہ جب اموات ایک حد سے زائد ہونا شروع ہو گئیں تو چاروناچار انہیں اسے وبا قرار دینا پڑا۔[5]

1897ء میں یورپ میں International sanitary conference منعقد ہوئی۔[6] جس میں طاعون کے

---

[1] *Punjab Administration Report* 1905-1906.

[2] Kavita Sivaramakrishnan, "Recasting Disease and Its Environment: Medical Practitioners, the Plague, and Politics in Colonial India," in *Cultivating the Colonies: Colonial States and their Environmental Legacies*, ed. Christina Folke Ax, Niels Brimnes, Niklas Thode Jensen, Karen Oslund (Athens: Ohio University Press, 2011),p; 191.

[3] E. Wilkinson, *Report on Plague in the Punjab From October 1st 1901, to September 30th 1902, Being theFifth Season of Plague in the Province* (Lahore: Punjab Government Press, 1904),p; 12.

[4] BL*: L/R/5/156*, week ending 1 June 1901, no. 32, Kál; Wai's Moda Vritta

[5] https://amritmahotsav.nic.in/district-reopsitory-detail.htm?25154

[6] Maysoon Sheikh, *"Public Health and Sanitation in Colonial Lahore, 1849-1910"* (PhD diss., University of Waterloo, 2018),p; 185.

پھیلاؤ اور ہندوستان کے حالات دیکھ کر فیصلہ کیا گیا کہ یورپ کو اس وبا سے حتی المقدور محفوظ رکھنے کیلئے اگر مقامی طور پر اس وبا کو کنٹرول نہ کیا گیا تو ہندوستان سے آنے والے جہازوں اور تجارتی سامان کا بائیکاٹ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ان تجارتی پابندیوں سے بچاؤ کیلئے بھی ہندوستانی حکومت کو سخت اقدامات اٹھانے پڑے۔[1]

طاعون کے پھیلاؤ کے متعلق سب سے بنیادی تذکرہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی پیشگوئی کا ہے، جس میں آپؑ کتب قدیمہ اور پھر قرآن و سنت کی پیشگوئیوں کے ذیل میں ہندوستان میں ایک "مری"(طاعون) کے پھیلنے اور کثرت اموات کا ذکر فرماتے ہیں۔ اور پھر بعینہٖ اس کے مطابق حالات وواقعات کا ظہور ہونا شروع ہوا۔ البتہ یہ ناممکن ہے کہ برصغیر جیسی سرزمین میں کوئی واقعہ رونما ہو اور اس میں مذہبی عناصر کی جھلک نہ دکھائی دیتی ہو۔ چنانچہ طاعون کے پھیلاؤ، اس کے سدباب کیلئے کی جانے والی حکومتی تدابیر اور پھر اس پر ردعمل میں بھی مذہبی عوامل کا دخل ساتھ ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ ان معاملات اور ردعمل کی وجہ سے پرتشدد واقعات رونما ہونا شروع ہو گئے۔ انتظامی رپورٹس اور اخبارات کے مطالعہ سے یہ امر بھی سامنے آتا ہے کہ ان حالات میں برطانوی افسران بھی پریشانی کا شکار دکھائی دیتے تھے کہ جن کے نزدیک معاملات شاید کنٹرول سے باہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور لوگوں کا حکومت برطانیہ سے اعتبار اٹھنا شروع ہو گیا تھا۔

حکومتی تدابیر:

طاعون کی وبا نے نہ صرف صحتِ عامہ بلکہ سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی نظام پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ وبا کے پھیلاؤ نے ایک ایسی عالمی تشویش کو جنم دیا جس نے بین الاقوامی سطح پر تجارت اور نقل و حمل کے نظام کو بھی متاثر کیا۔ نتیجۃً برطانوی حکومت کو فوری اور شدید تدابیر اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، تاکہ نہ صرف مقامی بلکہ بین الاقوامی سطح پر اس وبا کے پھیلاؤ کو روکنے کی کوشش کی جا سکے۔ اوائل میں انتظامیہ کے نزدیک اس بیماری کا تعلق انسانوں سے ہی تھا لہٰذا تمام تدابیر اور احتیاط اسی زمرہ میں کی جاتی رہیں۔ البتہ کچھ عرصہ بعد اس بات کا بھی مشاہدہ ہونا شروع ہوا کہ جہاں انسانی اموات ہو رہی ہیں وہیں چوہوں کی بھی اموات واقع ہو رہی ہیں۔[2] عمومی طور پر قرنطینہ و دیگر پابندیوں کی بابت ہندوستانی

---

[1] Robert Peckham, "Panic Encabled: Epidemics and the Telegraphic World," in *Empires of Panic*,p; 113.
[2] Major E. Wilkinson. Report on Inoculation in the Plague Infected Areas of the Punjab and its Dependencies from October 1900 to September 1901. Lahore.

کافی نالاں معلوم ہوئے۔ خاص طور پر غریب طبقات پر سختیوں کی بھرمار تھی۔ جہاں امراء کسی نہ کسی طرح پابندیوں سے چھٹکارا پالیتے تھے وہیں تمام سختیاں محض کمزور طبقات کیلئے ہی تھیں۔ چنانچہ ایسے واقعات بھی سامنے آئے کہ قرنطینہ کیمپس میں بھی امارت کی بناپر سہولیات تقسیم کی جانے لگیں۔ اور خاص طور پر انگریز افسران اور ان کے خاندان اور جاننے والوں کو اکثر چھوٹ مل جایا کرتی تھی۔ انتظامیہ کے بقول ہندوستان میں وبائی امراض کے پھیلاؤ کا سب سے بڑا باعث غرباء اور ان کی ناقص صفائی ہے [1] جو دراصل بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتی ہے، لہٰذا ایسے طبقات پر زیادہ سختی کی جانی درست ہے۔[2]

حکومتی تدابیر میں قرنطینہ کیمپس کا قیام، متاثرہ افراد کو الگ کرنا، محدود آمدورفت، متاثرہ علاقوں کو سیل کردینا، انفیکشن کے سدباب کیلئے سپرے کرنا، ویکسین کا انتظام کروانا اور چوہوں کو مروانا شامل تھا۔[3] 1897ء میں بیماری ایکٹ (Epidemic Disease Act) آنے کے بعد انتظامیہ کو مزید اختیارات حاصل ہوگئے جس کے تحت مذکورہ بالا امور بجالانے کیلئے بھرپور طاقت کے استعمال کی بھی اجازت دے دی گئی۔ چنانچہ اس پر عملدرآمد کروانے کے لئے پولیس کے ساتھ ساتھ فوج بھی استعمال کی گئی اور بقول مقامی افراد، انتہائی ظلم روا رکھا گیا۔ انتظامیہ نے خاص طور پر حجاموں کو اس بیماری کے پھیلاؤ کا موردالزام بھی ٹھہرایا۔ ان کے بقول حجاموں کے ذمہ لاشوں کو ٹھکانے لگانا تھا جس میں غفلت برتنے کے نتیجہ میں ہی یہ بیماری وسیع پیمانہ پر پھیلتی چلی گئی ہے۔[4] الغرض یورپین باشندوں نے مقامی ہندوستانیوں سے پالیسی پر عملدرآمد تو خوب کروایا اور ہندوستانی سول سرجنز، ہاسپٹل میں اٹنڈنٹ وغیرہ اور چماروں نے ہی بنیادی طور پر مختلف کاموں میں شمولیت اختیار کی[5] البتہ دستاویزات (India Office Records) میں ان کی پذیرائی انتہائی کم یا نہ ہونے کے برابر ہے۔

پلیگ کمیشن کا قیام:

ابتداء میں طاعون سے متعلق عدم معلومات کی بنا پر حکومتی پالیسیاں بھی کافی ناپختگی کا شکار رہیں۔ کبھی اسے چوہوں یا مکھیوں سے منسوب کیا جاتا تو کبھی گندے گھروں اور بوسیدہ کھانوں کو اس کی وجہ قرار دیا گیا۔ علاوہ ازیں ہوا کو

---

1 Walter H. Bellew, The History of Cholera in India from 1862-1881 (London: Trubner & Co., 1885),p;94.
2 The Tribune (Lahore), 9 June 1902.
3 W. C. Rand, Supplement to the Account of Plague Administration in the Bombay Presidency from September 1896 till May 1897 (Bombay: Government Central Press, 1897.
4 Sasha Tandon, “Epidemics in Colonial Punjab,” Journal of Punjab Studies 20, nos. 1 & 2 (2013):p; 221
5 C. H. James, Report on the Outbreak of Plague in the Jullundur and Hoshiapur Districts of the Punjab during the Year, 1898–99 (Lahore: Punjab Government Press, 1902),p; 9.

بھی اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جانے لگا۔ چنانچہ انہیں پیچیدگیوں اور کثرت جوابات کو حل کرنے کیلئے 1898ء میں ایک انگریز افسر Dr. T. R. Fraser کی سربراہی میں انڈین پلیگ کمیشن کا قیام عمل میں آیا۔[1] بنگال پلیگ کمیٹی 5 علاقوں میں منقسم تھی جس میں بمبئی پلیگ کمیٹی، کراچی پلیگ کمیٹی، پونا پلیگ کمیٹی، حیدرآباد پلیگ کمیٹی، سکھر / روہڑی پلیگ کمیٹی۔

عوامی ردّ عمل:

برطانوی انتظامیہ نے طاعون کی روک تھام کے لیے متعدد سخت اور جامع اقدامات کیے۔ ان اقدامات میں قرنطینہ، متعدی افراد کا زبردستی انخلاء، عمارات کی کیمیائی صفائی (مثلاً Mercuric Chloride کا استعمال) اور ویکسینیشن شامل تھے۔[2] تاہم، یہ تدابیر نہایت غیر مستقل اور بیوروکریٹک خامیوں سے بھرپور تھیں، جس کے باعث طاعون کی روک تھام میں کئی مواقع پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ سرکاری دستاویزات کے مطابق برطانوی حکام نے اس وبا سے نمٹنے کے لیے سخت پالیسیوں کو نافذ کرنے کی کوشش کی، مگر مقامی مزاحمت اور انتظامی پیچیدگیاں اُن کے ارادوں میں رکاوٹ بن گئیں۔[3]

طاعون کیلئے بنائی جانے والی پالیسیوں کی بابت مختلف طبقات کی جانب سے مختلف ردعمل دکھائی دیتے ہیں۔ پڑھے لکھے طبقات کا رویہ دیگر سے مختلف ضرور تھا البتہ کہیں نہ کہیں اظہار رائے کر دیا جاتا تھا۔ متوسط طبقات ملی جلی کیفیات کا شکار رہے، کبھی حکومتی تدابیر کے انتہائی خلاف اور کہیں وقت کی ضرورت کی گردان الاپتے دکھائی دیئے۔ البتہ کمزور اور غریب طبقہ کی جانب سے اکثر و بیشتر انتہائی مخالفت کا سامنا رہا۔[4]

ان پابندیوں اور سختیوں کے جواب میں عوامی ردعمل کئی مقامات پر تشویشناک صورت اختیار کر گیا نتیجۃً کئی جگہوں پر ویکسین اور قرنطینہ ٹیم پر حملے بھی ہوئے۔[5] بعض مقامات پر شادی بیاہ کی تقریبات میں انتظامیہ کا داخل ہو کر رکوانا اور اسی طرح دیگر مذہبی امور بجالانے میں روک بننا بھی اس ردّ عمل کو مزید تقویت دیتا چلا گیا۔[6]

---

[1] Maysoon Sheikh, *"Public Health and Sanitation in Colonial Lahore, 1849-1910"* (PhD diss., University of Waterloo, 2018),p; 188.

[2] Elizabeth T. Hurren, Dying for Victorian Medicine: English Anatomy and Its Trade in the Dead Poor, c. 1834–1929 (New York: Palgrave Macmillan, 2011).

[3] Poonam Bala, Medicine and Colonialism: Historical Perspectives in India and South Africa (London: Anthem Press, 2015),p; 39.

[4] Zaheer Baber, The Science of Empire: Scientific Knowledge, Civilization, and Colonial Rule in India (Albany: State University of New York Press, 1996),p; 68.

[5] Aidan Forth, *Barbed* (Oakland: University of California Press, 2017), chapters 3 and 4

[6] Proceedings, Home: Medical and Sanitary August 1898, 208.

سول ملٹری گزٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق شملہ جانے والوں کو پلیگ چیک پوسٹس پر خواری کا سامنا کرنا پڑا اور بے شمار سوالات اور پابندیوں کے باعث کافی حالات خراب ہوئے۔ اسی طرح لاہور میں متعدد رپورٹس میں ذکر ملتا ہے کہ رہائشیوں نے اپنے گھروں سے انخلاء کرنے اور بیماری سے بچاؤ کے لیے ویکسینیشن قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اُنہیں ان تدابیر سے اپنی روزمرہ کی زندگی میں خلل محسوس ہوا۔ مزید برآں، چوہوں کی تباہی کی کوششوں پر بھی مقامی لوگوں نے مذہبی وجوہات کی بنا پر مخالفت کا اظہار کیا، خاص طور پر ہندو طبقہ نے یہ دلیل دی کہ چوہوں کو قتل کرنا ان کے مذہبی عقائد (اہنسا) کے منافی ہے۔[1] مزید یہ کہ متاثرہ چوہوں کو مارنے کیلئے گلی محلوں میں چوہوں کو جلانے کی ہدایت تھی البتہ ہندوستانیوں نے اس پر کان نہ دھرے جس پر کمیشن کے اکثریتی ممبران کا یہ نظریہ تھا کہ اگر ہندوستانی ایسے ہی کرتے رہیں گے تو پھر اس وبا سے بچنے کے امکانات انتہائی کم ہو جائیں گے۔[2]

رہی سہی کسر مقامی اخبارات واشتہارات نے پوری کر دی جو پہلے سے موجود تحفظات کو مزید تقویت دینے کا باعث ہوا۔ چنانچہ اخبارات ورسائل کے ذریعہ مقامی اخبارات نے پلیگ کی بابت نظریات کو بدلنے اور قائم رکھنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔[3] البتہ حکومت وقت کے حامی اخبارات نے بھی بھرپور کوشش کی کہ کسی طرح مقامی افراد میں حکومت مخالف عنصر دبنا شروع ہو جائے۔ چنانچہ اخبار غمخوار ہند حکومت وقت کی اپنائی ہوئی پالیسیوں کے حق میں ایک طویل مضمون میں حکومتی پالیسیوں کے فوائد پر اشاعت بھی کرتا ہے۔[4]

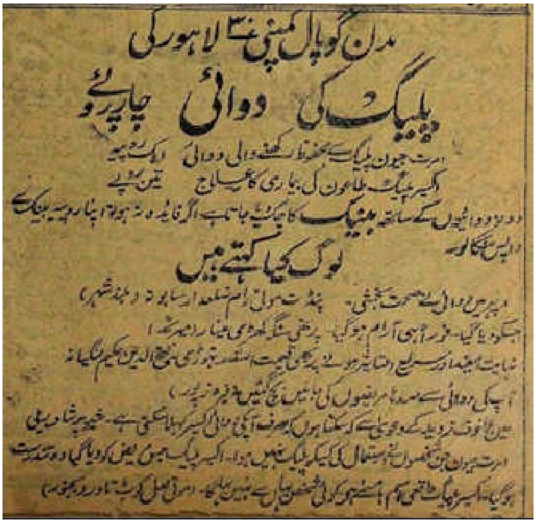

(از پیسہ اخبار(لاہور) اکتوبر1906ء)

حکیم اور دیسی معالجوں نے جڑی بوٹیوں، مرہم، اور روایتی طریقہ علاج کو آزمایا اور مغربی علاج کو پسند نہ کیا۔ کچھ

---

[1] Wilkinson, Report on Plague in the Punjab From October 1st 1901, to September 30th 1902,p; 4.
[2] R. Nathan, comp., *The Plague in India 1896-1897* (Simla: Government Central Printing, 1898),p; 23.
[3] Arnold, "Disease Rumour, and Panic in India's Plague and Influenza Epidemics, 1896-1919," in *Empires of Panic*,p; 116.
[4] *The Vernacular Press Report of Punjab* (Lahore: Punjab Government, 1898).

علاقوں میں لوگوں نے برطانوی ہسپتالوں سے گریز کیا اور مریضوں کو چھپانے کی کوششیں کیں، جس سے وبا پھیلنے کا خطرہ بڑھا۔ دیہی علاقوں میں سماجی بائیکاٹ اور نقل مکانی جیسے اقدامات بھی دیکھے گئے۔ [1] البتہ حکومت نے انہیں حکیم اور معالجوں کو استعمال کرتے ہوئے حکومت پر موجود الزامات کو بھی رفو کروایا۔ [2]

مسلمان طبقوں کو دیگر امور کے ساتھ ساتھ ان کی خواتین کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک نے کافی مایوس کئے رکھا۔ ایک طرف مسلمان اپنی خواتین کے علاج معالجہ اور قرنطینہ کیلئے بھی پردہ کے انتظامات کے طلبگار تھے تو دوسری جانب ہندو برادری کی جانب سے اپنی خواتین کیلئے بھی مسلمانوں والی سہولیات دئے جانے کا مطالبہ زور پکڑنے لگا۔ گڑھشنکر کے راجپوتوں نے انتظامیہ کیلئے ایک منفرد مسئلہ پیش کیا کہ ویکسین لگوانا ان کی نوجوان لڑکیوں کیلئے انتہائی اپ شگون ہے جو بعد ازاں ان کی شادیوں میں رکاوٹ کا باعث بن جائے گا۔ اسی طرح اکثر علاقوں میں ویکسین کے بارے میں بھی یہ افواہیں پھیلنا شروع ہو گئیں کہ ان کے استعمال سے نامردی کے ساتھ ساتھ پھولبہری وغیرہ بھی پھیلنے لگ گئی ہے۔ اور حکومت دراصل خود طاعون پھیلا کر اموات میں اضافہ کروا رہی ہے۔ [3]

اوم

الملتمس
بھگت رام ساہنی

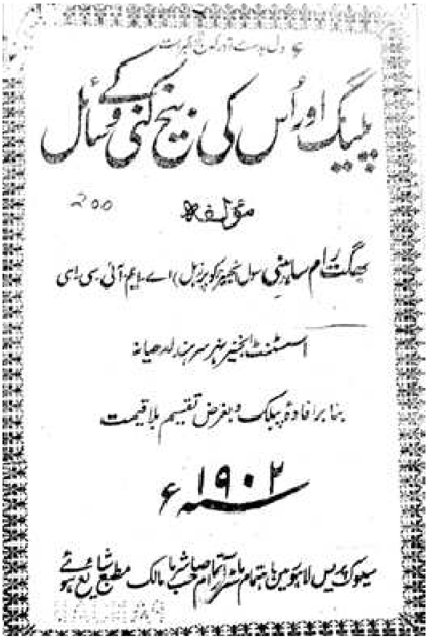
پلیگ اور اُس کی بیخ کنی کے وسائل
مؤلفہ
بھگت رام ساہنی
اسسٹنٹ انجنیئر نہر سرہند لدھیانہ
بنا بر افادۂ پبلک بغرض تقسیم بلا قیمت
۱۹۰۲ء

[1] Maysoon Sheikh, *"Public Health and Sanitation in Colonial Lahore, 1849-1910"* (PhD diss., University of Waterloo, 2018),p; 191.
[2] Arnold, *Colonizing the Body*,p; 218.
[3] Wilkinson, Report on Plague in the Punjab From October 1st 1901, to September 30th 1902,p; 73.

سکھوں کو پردہ جیسے کسی مسئلہ کا سامنا نہ تھا بلکہ فوج میں سکھوں کی اکثریت کے باعث کہیں نہ کہیں انہیں معاملات میں رخصت مل جایا کرتی تھی۔[1] روزمرہ کی دہاڑی لگانے والے مزدوروں کے روزگار تقریباً نہ ہونے کے برابر ہوگئے تھے جس وجہ سے معاشی عدم استحکام زور پکڑنے لگا۔ اس صورتحال میں بے روزگار ہونے والے بے شمار افراد بھی معاشرہ پر بوجھ سا معلوم ہونے لگے تھے۔[2] قرنطینہ اور دیگر انتظامات کے دوران خواتین سے جنسی زیادتی کے کافی واقعات بھی سامنے آئے جس کے بعد عوام میں غم وغصہ کے شدید جذبات تھے۔ اور ایک عمومی تأثر پھیلنے لگا کہ طاعون سے زیادہ طاعون سے بچاؤ کے تفریقی انتظامات کہیں جان لیوا نہ ثابت ہونے لگیں۔

مزید بر آں بسا اوقات سخت پالیسیوں کے باعث کئی ہلاکتیں بھی رونما ہوئیں۔ اخبار پاؤنیر (الہٰ آباد) اسی طرح کا ایک واقعہ رپورٹ کرتا ہے جہاں طاعون سے صحتیاب ہونے والے ایک مریض کی حکومتی پالیسی کے تحت ہسپتال سے ڈسچارج ہوتے وقت کاربولیک ایسڈ سے نہلاتے وقت زیادہ تعداد میں تیزاب ہوجانے کے باعث موقع پر موت واقع ہوگئی۔[3] ایک اور موقع پر ملکوال میں ویکسین لگنے سے بے شمار اموات واقع ہوئیں جس نے معاشرہ میں سنسنی پھیلادی۔[4]

اسی طرح زور زبردستی کے متفرق واقعات بھی سامنے آئے جہاں انتظامیہ نے زبرستی طاعون زدہ اشخاص کو قرنطینہ میں داخل کروایا۔ ایسے ہی ایک موقع پر ایک متأثرہ پارسی نوجوان کو قرنطینہ میں داخل کرنے کیلئے اس کے گھر میں داخل ہوئے تو پندرہ بیس پارسی خواتین نے مریض کے بستر کو گھیر لیا اور ہاتھوں میں چھریاں پکڑ کر یہ دھمکانے لگیں کہ اگر نوجوان کو ہاتھ بھی لگایا تو ہم اپنی نبضیں کاٹ لیں گی۔

چنانچہ ہیلتھ آفیسر کو پولیس بلوانی پڑی جس کے آنے سے بھی بات نہ بن سکی اور یوں نوجوان کو ساتھ نہ لے جایا جاسکا۔[5] اسی طرح بمبئی میں ایک افواہ پھیلنا شروع ہوگئی کہ طاعون زدہ مریضوں کو ڈاکٹرز خود جان بوجھ کر زہر دے کر مار رہے ہیں جس کے بعد مقامی افراد کی تشویش میں اضافہ ہونا شروع ہوگیا اور قریباً ہر دوسرے دن کسی نہ کسی قرنطینہ سینٹر یا ہیلتھ آفس میں حملہ ہونا شروع ہوگیا۔

---

[1] The *Tribune* (Lahore), 03 May 1901.
[2] Proceedings, Home: Medical and Sanitary August 1898,p; 278.

[3] اخبار پاؤنیر (الہ آباد) 8اکتوبر1898ء
[4] سول ملٹری گزٹ29نومبر1905ء

[5] https://amritmahotsav.nic.in/district-reopsitory-detail.htm?25154

سب سے تشویشناک صورتحال اس وقت ہوئی جب جون 1897ء میں پونا میں ایک پلیگ آفیسر W.C.Rand کو قتل کر دیا گیا۔ مذکورہ بالا افسر کے حکم پر ڈاکٹرز اور ہیلتھ ورکرز کی بجائے طاعون سے متعلق معاملات سے نمٹنے کیلئے فوج کو بھرتی کیا جانے لگا تھا۔ جس کے اس اقدام اور زور زبردستی کے مسلسل واقعات کے خلاف تین بھائیوں (چھاپیکار برادرز) نے بدلہ لینے کی ٹھانی۔ چنانچہ 22جون 1897ء کو ملکہ وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر مذکورہ افسر کو قتل کر دیا گیا۔ بعد ازاں قتل کرنے پر ان تینوں بھائیوں کو سزائے موت سنائی گئی۔ [1]

ڈاکٹرز اور دیگر طبی عملہ جات:

طاعون کے اوائل میں انتظامیہ کا رجحان اور ہدایات محض انگریزی ادویات اور طریق علاج کی طرف مائل تھا۔ بلکہ ہندوستانیوں کو لوکل علاج معالجہ کی بھی اجازت نہ دی جارہی تھی۔ البتہ وقت کے ساتھ ساتھ اور پھر اموات میں اضافہ کے باعث ڈاکٹروں کی قلت واقع ہونا شروع ہوگئی اور انتظامیہ نے مقامی علاج معالجہ اور معالجین کو بھی نوکری پر بھرتی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مزید برآں حکومت کو آہستہ آہستہ احساس ہونا شروع ہوگیا کہ سخت ترین پالیسیوں اور پابندیوں سے منافرت بڑھنا شروع ہوگئی ہے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ یہ ذمہ داری مقامی انتظامیہ کے علاوہ پنچائیتوں اور نمبر داروں کے سپرد ہونا شروع ہوگئی۔ اس کے علاوہ حکومت نے ٹریننگ پروگرامز کے ذریعہ مقامی باشندوں کو مختلف علاقوں میں جاجا کر حفاظتی اقدامات، چوہوں سے بچاؤ کے طریق اور قرنطینہ کی اہمیت اجاگر کرنا شروع کر دی۔ اس مقصد کیلئے کئی مخیر حضرات نے اپنی اپنی اراضیاں بھی دینا شروع کر دیں۔[2] ایک تحقیق کے مطابق برطانوی طبی نظام اور انتظامیہ کے اندرونی معاملات کمزوری کا شکار ہونے لگ گئے تھے، بے ضابطگیوں اور تسلسل نہ ہونے کے باعث آہستہ آہستہ مقامی طریق علاج کو بھی جگہ ملنا شروع ہوئی۔ [3]

مذہبی طبقات کے خیالات:

انگریزوں کے مقابل پر عمومی طور پر ہندوستانیوں کے ساتھ انتہائی حقارت انگیز سلوک روا رکھا جاتا رہا۔ جس وجہ سے بھی مقامی باشندوں میں شدت پائی جارہی تھی۔ مقامی آبادی نے ابتدا میں طاعون کو ''ویشو کونی'' یا ''اللہ کی مار'' سمجھا۔

---

[1] https://amritmahotsav.nic.in/district-reopsitory-detail.htm?25154

[2] The *Tribune* (Lahore), 17 April 1907.

[3] Maysoon Sheikh, *"Public Health and Sanitation in Colonial Lahore, 1849-1910"* (PhD diss., University of Waterloo, 2018), [Page Number].

مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اسے امام حسین سے منسوب کر دیا اسی طرح ہندوں نے یہ بھی مشہور کر دیا کہ گائے ماتا کی قربانی کرنے کے نتیجہ میں اس کی ناراضگی مول لی ہے۔ بلکہ بعض نے تو یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ ہم نے ایک عدد گائے کو بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کرتے دیکھا ہے۔

برطانوی انتظامیہ نے طاعون کی روک تھام کے لیے سخت انتظامی اور طبی اقدامات نافذ کیے۔ تاہم، ان پالیسیوں کو مقامی آبادی نے نہ صرف عملی وجوہات کی بنا پر مسترد کیا بلکہ مذہبی بنیادوں پر بھی شدید مخالفت کا سامنا کیا۔ اس مخالفت کی ایک اہم جہت مذہبی تشریحات اور رسومات کا معاملہ تھا، جس میں مختلف مذہبی گروہوں نے اپنی شناخت اور عقائد کو مضبوط کرنے کے لیے کئی وجوہات پیش کی۔ چوہوں، مکھیوں اور طاعون کے معاملات میں الجھاؤ کے سلجھاؤ کیلئے ہندوستانیوں نے اپنے اپنے مذاہب سے رہنمائی لینے کی ٹھانی۔[1]

طاعون سے بچاؤ کے لئے متعدد مقامی حکیم اور طبی ماہرین نے روایتی ادویاتی نظام، جیسے کہ آیورویدں (ایک روایتی نظام طب ہے جو ہندوستان میں 3000 سال پہلے شروع ہوا تھا۔ آیورویدں کی اصطلاح کا ترجمہ "زندگی کے علم" کیا جاتا ہے) اور یونانی طب، کی مدد سے طاعون کے علاج اور روک تھام کی کوششیں کیں۔ معروف حکیم ٹھاکر دت شرما نے ویدک متون اور روایتی نسخوں کی بنیاد پر طاعون کا علاج کرنے کی حمایت کی اور مغربی علاج کو "غیر ملکی" قرار دیتے ہوئے کہا کہ قرنطینہ اور دیگر پابندیوں سے بہتر ہے کہ پورے شہر یا ماحول کو آگ لگا کر دھونی دی جائے جس سے جراثیم ختم ہو سکیں گے۔ اُن کا موقف تھا کہ مقامی علاجی نظام اور مذہبی روایات پر مبنی طریقہ کار زیادہ موزوں اور مؤثر ہیں۔[2]

پلیگ کے رونما ہونے اور ہلاکتوں میں اضافہ کو جہاں ہر ایک مذہبی مکتبہ فکر نے اپنے اپنے عقائد کے مطابق گردانا وہیں مذہبی اجتماعات اور پروگرامز سے متعلق حکومتی پابندیوں کو بھی آڑے ہاتھوں لیا۔ البتہ کچھ عرصہ بعد مذاہب کے انہیں پیروکاروں نے بادل نخواستہ حکومتی پالیسیوں کے مطابق تعاون بڑھانا شروع کر دیا۔ مختلف اخبارات نے مذہبی گروہوں سے متعلق کافی تشہیر کی۔ مثلاً آریہ سماج جالندھر نے علاقہ بھر کے تاجروں سے حفاظتی اقدامات پر سختی سے عملدرآمد کرنے کیلئے حکومتی کمیٹی کی معاونت شروع کر دی۔ سب سے بڑی معاونت پلیگ زدہ علاقوں سے ہونے والی نقل

[1] Arnold, *Science, Technology and Medicine in Colonial India*, 73.
[2] Maysoon Sheikh, "*Public Health and Sanitation in Colonial Lahore, 1849-1910*" (PhD diss., University of Waterloo, 2018), 187.

مکانی کو روکنا تھا۔[1] آریہ دھرم کی اس کمیٹی نے نہ صرف انتظامی معاملات میں مدد فراہم کی بلکہ ضرورت مند متأثرہ خاندانوں کی مالی معاونت بھی کی۔[2] اسی طرح پنجاب برہمو سماج بھی انتظامیہ کے پیش پیش مختلف امور میں معاونت کرتی دکھائی دی۔ مخیر حضرات کو تحریک کی گئی کہ اپنے اپنے دائرہ کار میں موجود طاعون زدہ اشخاص کے زیر استعمال چارپائیوں کو جلا کر تلف کر دیا جایا کرے۔ چارپائی جلانے کا عمل 3 گواہان کے روبرو ہو گا جن کی گواہی پر چارپائی کے مالک کو 2 روپے فی چارپائی ادائیگی بھی کی جائے گی۔[3]

پنجاب ہندو سبھا کی جانب سے مختلف اخبارات میں پلیگ سے بچاؤ کے اشتہارات دئے جانے لگے۔ نیز اسی سے منسلک کچھ پنڈتوں نے ایورویدک علاج کے ذریعہ طاعون کے مریضوں کو علاج فراہم کرنا شروع کر دیا۔[4]

مختلف اخبارات نے بھی پلیگ سے متعلق ہدایات، تشہیر، حکومتی پیغامات اور آگاہی مہمات شروع کیں۔ ان میں لاہور سے نکلنے والا ٹریبیون اخبار پیش پیش تھا۔[5]

طاعون کی وبا نے برطانوی حکومت اور مقامی باشندوں کے درمیان ایک پیچیدہ تعلق کو ظاہر کیا۔ برطانوی ردّ عمل سخت اور اکثر غیر موثر پالیسیوں پر مبنی تھا، جس میں بیوروکریسی کی خامیاں اور انتظامی عدم تسلسل نمایاں تھا۔ دوسری جانب، مقامی ردّ عمل میں عملی مزاحمت کے ساتھ ساتھ مذہبی اور ثقافتی بنیادوں پر رد عمل شامل تھا۔ مذہبی رہنماؤں اور روایتی طبی حکیموں نے نہ صرف اپنی روایتی دانش کو اجاگر کیا بلکہ اپنی شناخت کو مضبوط کرنے کی کوشش بھی کی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وبا کا مقابلہ صرف ایک طبی مسئلہ نہیں بلکہ معاشرتی اور مذہبی جدوجہد بھی تھا۔

❁❁❁❁❁

[1] Proceedings, Home: Medical and Sanitary June 1901, 208.
[2] The *Tribune* (Lahore), 05 February 1902.
[3] The *Tribune* (Lahore), 30 April 1907.
[4] Guy N. A. Attewell, Refiguring *Unani Tibb: Plural Healing in Late Colonial India* (Hyderabad: Orient Longman, 2007).
[5] Ritu, "Public Response towards Plague Prevention Policies in Colonial Punjab," *History Journal*, no. 3-2 (2021): 149.

آسٹریلیا اور برطانیہ کے پرانے اخبارات میں چھپنے والی دو خبریں

The Port Pirie Recorder
AND NORTH-WESTERN MAIL.
WITH WHICH ARE INCORPORATED THE PORT PIRIE ADVOCATE AND THE PORT PIRIE STANDARD.

Published every WEDNESDAY and SATURDAY Morning.

Mirza Ghulam Ahmad, a holy man of Gurdaspur, Punjab, claims to be the Messiah, and promises that those who believe in him shall not be attacked by plague

The Port Pirie Recorder and North Western Mail. Wednesday 21 January 1903 page:1

THE NORTH WALES CHRONICLE, SATURDAY, FEBRUARY, 25 1899

The plague, which was a nine days' wonder when it first appeared, is still dealing death in Bombay and other parts of India, although Europe has ceased to take much heed of the fact. A most strange and blasphemous attempt to make use of this scourge for private ends has been sent to us, says the "Church Missionary Gleaner," from the Punjab. It is a pamphlet in good English, signed by one Mirza Ghulam Ahmad, of Qadian, who calls himself "the promised Messiah," and professes to have had a revelation from God as to the means of curing the plague. The origin of two profanely-named remedies is described in a narrative which goes out of its way to deny the death and resurrection of our Lord. The medicine is stated to have "been solely prepared under the influence of Divine inspiration." The prescription follows, together with some excellent sanitary advice, quite on Western lines, as to cleanliness, over-crowding, and disinfection. Ghulam Ahmad is a heretical Mohammedan leader who held a public controversy in 1893 at Jandiala with Mr Athim and Dr. Henry Martyn Clark, of the Church Missionary Society, and was so emphatically worsted that he even neglected to claim the victory.

THE NORTH WALES CHRONICLE Saturday 25, February 1899 Page: 08

ردّ دہریت

ایک معروف دہریہ Richard Dawkins کے اعتراضات کے جواب

(وسیمہ اُپل (آسٹریلیا) بنت پروفیسر چوہدری رحمت علی مسلم)

گزشتہ تین شماروں سے مشہور دہریہ مصنف رچرڈ ڈاکنز کی کتاب "The God Delusion" کے حوالہ سے بعض حقائق کو پیش کیا جا رہا ہے جس سے اس کتاب کے مندرجات کی نفی ہوتی ہے۔ چنانچہ گزشتہ شمارہ میں قارئین کے سامنے ان قوتوں کا مختصر تعارف رکھا گیا جن کی موجودگی میں یہ کائنات بنی اور ہم نے دیکھا کہ کیسی خوبصورتی کے ساتھ ہر قوت نے ایک تناسب کے ساتھ عمل کیا اور کیسے **مقررہ قوانین کے تحت تخلیق کائنات کا یہ عمل کسی مدّبر بلاارادہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔**

تخلیق کائنات کا عمل

اب ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات بننے کے وقت وہ کیا قوانین تھے جن کے تحت یہ عظیم الشان کائنات وجود میں آئی اور یہ قوانین کس طرح کام کر رہے تھے۔

آج سے کروڑوں سال قبل تمام مادہ، تمام طاقتیں ایک ہی نکتے پر جمع کر دی گئیں تھیں یعنی پوری کائنات ایک اکائی اور ایک وحدانیت کی حالت میں تھی، یعنی اتنی بڑی کائنات جہاں روشنی بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ دسیوں بلین سال بعد پہنچ پاتی ہے، وہ پوری کائنات صرف ایک نکتے کے اندر سمائی ہوئی تھی، جسے عام اصطلاح میں singularity کا نام دیا گیا ہے۔ قرآن مجید اس بارے میں کہتا ہے:

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ۖ وَ الۡاَرۡضُ جَمِیۡعًا قَبۡضَتُهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطۡوِیّٰتٌۢ بِیَمِیۡنِهٖ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ۔ (الزمر: 68)

ترجمہ: اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کا حق تھا اور قیامت کے دن زمین تمام تر اُسی کے قبضہ میں ہو گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ

شرک کرتے ہیں۔

یہ آیت واضح طور پر اس سائنسی حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے جسے singularity کہتے ہیں یعنی تمام کائنات کا ایک مرکز کے اندر جمع ہو جانا۔

ہماری کائنات کی ایک اور بڑی حقیقت Black Holes ہیں۔ یہ Black Holes کس طرح بنتے ہیں قرآن مجید میں اس کے متعلق بھی اشارہ ملتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: يَوۡمَ نَطۡوِى السَّمَآءَ كَطَىِّ السِّجِلِّ لِلۡكُتُبِ‌ؕ كَمَا بَدَاۡنَاۤ اَوَّلَ خَلۡقٍ نُّعِيۡدُهٗ‌ ؕ وَعۡدًا عَلَيۡنَا‌ ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيۡنَ۔(الانبیاء: 105)

ترجمہ: جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے دفتر تحریروں کو لپیٹتے ہیں جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کا آغاز کیا تھا اس کا اعادہ کریں گے یہ وعدہ ہم پر فرض ہے۔ یقیناً ہم یہ کر گزرنے والے ہیں۔

سائنس دانوں نے اس آیت میں درج حقیقت کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ کہیں کہیں کائنات میں gravity اتنی strong ہو جاتی ہے کہ روشنی کو بھی اپنے اندر کھینچ لیتی ہے جسے اصطلاح میں Black Hole کہتے ہیں اور اسی لئے Black Holes کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ زمین جس galaxy میں ہے وہ Milky way ہے جس میں بہت سے Black Holes ہیں جبکہ سائنس دانوں نے جو بعض Black Holes معلوم کئے ہیں وہ supermassive ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب Black Holes اپنے اندر سے روشنی کو باہر ہی نہیں آنے دیتے اور ہماری آنکھ کسی چیز کو دیکھنے کے لئے اس کی طرف سے آنے والی روشنی کی محتاج ہے تو اس قانون کے تحت تو ہم Black Hole کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ پھر سائنس دان اسے کیسے دیکھتے ہیں؟

دراصل بات یہ ہے کہ ماہرین فلکیات یہ دیکھتے ہیں کہ gravity جب بہت strong ہو جاتی ہے تو وہ کس طرح ایک Black Hole کے گرد ستاروں اور gases پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جب بھی ایک Black Hole اور ایک ستارہ نزدیک ہوتے ہیں تو جو بہت تیز روشنی نکلتی ہے اس کو آنکھ تو نہیں دیکھ سکتی مگر سیٹلائیٹ اور telescope اس کو detect کر لیتے ہیں۔

Black Hole کے بنتے وقت بھی اسی طرح سب کچھ spirally گھومتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی سورۃ الانبیاء کی آیت 105 میں ذکر ہے۔

جب کبھی ایسا ہو کہ دو Black Holes آپس میں merge ہو جائیں تو نتیجۃً بہت طاقتور waves پیدا ہوتی ہیں

جیسے پانی کے تالاب میں پتھر پھینکنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ سائنس دان بتاتے ہیں کہ ان ripples کو دیکھا نہیں جا سکتا جو spacetime میں بنتی ہیں مگر اس کی squeezing (سکڑاؤ) اور stretching (پھیلاؤ) کو اس وقت detect کیا جا سکتا ہے جب یہ شعائیں زمین سے گزرتی ہیں۔ دو سائنس دانوں نے اس کام کو کرنے کے بعد (یعنی Black Hole کی تخلیق کے وقت بننے والی لہروں کی مقدار سے اندازے لگانے کے بعد) 2017ء میں physics کا نوبل انعام حاصل کیا۔ یہاں یہ بھی قابل ذکر بات ہے کہ ان لہروں کی شکل بھی اسی طرح کی بتائی جاتی ہے جو سورۃ الانبیاء آیت 105 میں ہے یعنی spiral شکل میں یہ لہریں پیدا ہوتی ہیں۔

یہی اصول ہمیں تیز چلنے والی آندھیوں اور طوفانوں اور بگولوں میں بھی نظر آتا ہے اور یہی اصول ہمیں cyclones میں بھی دکھائی دیتا ہے جس میں ایک مرکز کے گرد clockwise یا anti-clockwise تیز ہوائیں spirally جاتی ہے مثلاً آسٹریلیا میں آنے والے cyclones ہمیشہ clockwise ہی گردش کرتے ہیں۔ یہ بھی قوانین قدرت کا اظہار ہے جس میں fixed law ہے نہ کہ دہریت کا اندھا اصول۔ جبکہ Northern hemisphere میں یہ anti-clockwise rotation ہوتی ہے۔ پس ہواؤں کو چلانے اور بہت طاقت سے گھما دینے والی ایک عظیم ذات ہے جو کائنات میں بھی لہروں کو گھما رہی ہے اور ہر طرف ایک ہی ہاتھ کارفرما نظر آ رہا ہے۔

بہر حال اب واپس مضمون کی طرف چلتے ہیں۔ سائنس دان بتاتے ہیں کہ آج سے 13.8 بلین سال قبل اس singularity سے (جہاں ساری کائنات ایک اکائی کی صورت میں جمع تھی) کائنات کے کھل جانے کا عمل شروع ہوا جسے Big Bang کا نام دیا گیا اور کہا گیا کہ کوئی ایسی طاقت تھی جس نے اس اکائی کو کھول دیا یعنی ایک ایسی طاقت جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ قرآن نے خدا کے منکروں کو یہ فلسفہ چودہ سو سال قبل بتا دیا تھا یہ ایک ایسا وقت تھا کہ جب دنیا کے لوگ کائنات کو ایک steady state سمجھتے تھے (یعنی ایک ایسی کائنات جو اپنی جگہ ساکت کھڑی ہوئی ہے)۔ بیسویں صدی کے شروع تک بھی اکثر سائنس دانوں کا یہی موقف رہا۔

1931ء میں Georges Lemaitre جو ایک cosmologist اور priest تھا اس نے ایک مضمون لکھا کہ آئن سٹائن کی Theory of General Relativity کی equation بتا رہی ہے کہ کائنات ابتداء سے ایسی ہی نہ تھی بلکہ اس کا ایک آغاز ہو گا جس سے یہ شروع ہوئی اور اسی وجہ سے اب یہ expand ہو رہی ہے۔ اس وقت تک Edwin Hubble نے دنیا کے سب سے بڑے telescope کی مدد سے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ ہماری galaxy سے پرے اور بھی

observation یہ expand ہو رہی ہے۔ یہ کائنات galaxies ہیں اور وہ مسلسل ہم سے دور جا رہی ہیں اور یہ کائنات Hubble نے 1929ء میں کی۔ اس سے static universe کا نظریہ غلط ثابت ہوا۔ اور ایک بار پھر خدا کی ہستی کا ثبوت ملا جیسا کہ قرآن کریم 1500 سال قبل بتا چکا تھا کہ:

اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا۔(الانبیاء: 31)

کیا انہوں نے دیکھا نہیں جنہوں نے کفر کیا کہ آسمان اور زمین دونوں مضبوطی سے بند تھے پھر ہم نے اُن کو پھاڑ کر الگ کر دیا۔

كَانَتَا رَتْقًا یعنی Singularity، رتق یعنی لپیٹ دیا۔

اور فَفَتَقْنٰهُمَا Big Bang، فتق یعنی الگ کر دیا۔

سائنس دانوں کی اس دریافت نے علم فلکیات میں ایک انقلاب برپا کر دیا مگر افسوس کہ بعض بے علم اور قرآن کی تعلیم سے عاری مسلمانوں نے کسی خوشی کا اظہار نہ کیا کیونکہ بد قسمتی سے وہ سائنس کے حقائق سے بھی بے بہرہ تھے۔ ان سے تو چرچ کا Lemaitre۔priest ہی بہتر تھا جس نے اپنے faith اور سائنس کو الگ رکھا اور کہا:

"یہ نظریہ big bang میرے عقیدے اور مذہب سے الگ ہے (کیونکہ عیسائیت اس سے ہٹ کر کائنات کا تصور پیش کرتی ہے) جہاں تک ایک دنیا دار انسان کا خیال ہے وہ آزاد ہے کہ ایک علم والی ہستی Transcendental Being کا انکار کرلے لیکن ایک believer کے لیئے ممکن نہیں کہ وہ خدا کو نہ مانے۔ یہ وہی بات ہے کہ یسعیاہ Isaiah ایک مخفی خدا سے بات کرتا تھا وہ خدا جو کائنات کے شروع میں بھی مخفی تھا۔"

Steven Store نے جو ایک امریکی astrophysicist ہے اور research associate ہے امریکن میوزیم آف نیچرل ہسٹری میں۔ اپنے ایک مضمون میں حوالہ دیا جو Georges Lemaitre کے بارے میں لکھا ہے۔

اس کے بعد ایک بہت بڑے سائنس دان George Gamow (1904۔1968) نے Lemaitre کے نظریے کہ تائید کی اور Modern Big Bang Theory پیش کی اور بہت سے ان حقائق سے پردہ اٹھایا جو اس ابتدائی کائنات میں ہو رہے تھے اور ان عوامل اور forces کو حساب کی رو سے یعنی equations اور calculations کی مدد سے واضح کیا۔ George Gamow کے مطابق اس وقت radiation کا غلبہ تھا اور matter یعنی مادہ بعد میں بنا اور یہی بعد میں سائنس دانوں نے ثابت کیا۔

The Big Bang and Expansion of the Universe

کائنات کی ابتدا کے نظریے big bang کی دریافت کے بعد جب امریکی astronomer Edwen Habble نے اپنے telescope کی مدد سے کائنات کا مشاہدہ کر کے 1929ء میں بتادیا تھا کہ galaxies دور جارہی ہیں اور ایک اصول کے تحت کائنات وسیع ہو رہی ہے اور یہ رفتار ان کے فاصلے پر depend کرتی ہے جتنی پرے galaxies اتنی ہی رفتار تیز ہے۔ چنانچہ ہبل کے ان مشاہدات سے Big Bang کے نظریہ کو اور بھی تقویت ملی۔ Hubble law یہ بھی بتاتا ہے کہ spacetime میں energy اور matter کیسے distribute ہوا ہے اور ایک خاص طریقے سے پھیلتا چلا جارہا ہے۔ یعنی کائنات ہر سمت میں پھیلتی چلی جارہی ہے۔ چنانچہ یہ تحقیق بھی قرآن ہی کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے ایک ایسے خالق کا وجود ثابت ہوتا ہے جو سب کچھ جانتا ہے کیونکہ اسی نے سب کچھ بنایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ۔ (الذاریات: 48)

اور آسمان کو ہم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا (عظیم قدرت) اور ہم ہی اسے وسیع کر رہے ہیں۔

یہ نظریہ کہ کائنات کی ایک ابتدا تھی اور وہ static نہیں ہے بلکہ اس کا ارتقاء ہوا ہے۔ اس پر مزید تحقیق آئن سٹائن کے بعد بھی جاری رہی۔ چنانچہ 1964ء میں امریکی ماہر فلکیات Robert Wilson اور فزکس کے ماہر Arno Allan Penzias نے پھر Big Bang نظریے کو support کیا اور 6 میٹر اونچے horn antenna کے ذریعے faint radio waves اور cosmic microwave background radiation کو detect کر لیا جو Big Bang کے بعد 13.8 بلین سال قبل پیدا ہوئی تھیں۔ اس پر ان دونوں کو 1978ء میں نوبل انعام دیا گیا۔ CMB یعنی (Casomic Microwave Background) کی اہمیت یہی ہے کہ یہ ابتداء کائنات کی معلومات ہیں اور یہ Big Bang کی بچی ہوئی (leftover) radiation ہے۔

Big Bang بہت اہم دریافت تھی اس لئے اس پر مزید تحقیق جاری رہی۔ چنانچہ امریکی ماہر فلکیات۔ .Prof George Smoot اور Jhon C. Mather نے Cosmic Microwave Background radiation کے بارے میں کچھ اور معلومات کے لئے 1970ء میں کام شروع کیا تاکہ یہ معلوم کر سکے کہ یہ radiation (CMB)

کائنات میں کس طرح پھیلی تھیں۔ NASA نے اس کام کے لئے اپنے COBE Satellite میں ایسے آلات لگائے جو بہت اوپر pollution کے بغیر والی فضا میں جا کر CMB کو detect کریں۔ نومبر 1989ء میں یہ کام شروع ہوا اور دو سال بعد Prof Smoot نے tiny fluctuations والی CMB معلوم کرلیں یہ ابتدائی کائنات کے بارے میں بہت بڑی دریافت تھی اور اس پر 14 سال بعد، یعنی 2006ء میں، ان دونوں سائنس دانوں کو نوبل انعام دیا گیا۔

Prof. Smoot نے اس موقع پر یہ مشہور فقرہ کہا کہ:

"If you are religious, it is looking at God."[1]

اس بات کو THOMAS H. MAUGH II نے بھی اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے جس کا نام Relics of Big Bang, seen for the First Time ہے اور یہ مضمون 24 اپریل 1992ء کو Los Angeles Times میں شائع ہوا۔ اس تحقیق کے لئے 1000 سے زائد محققین، انجینئرز اور دوسرے لوگوں نے کام کیا اور اس تحقیق کے نتیجہ میں ملنے والے COBE data کی یہ اہمیت ہے کہ اس سے نہ صرف Big Bang کا ثبوت ملتا ہے بلکہ یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ واقعی کائنات کی ابتداء کرنے والا ایک خدا ہے۔

اس دریافت نے پھر سے خالق کائنات کے وجود کو اور قرآن مجید کی حقانیت کو ثابت کیا جس نے فرمایا تھا:

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ (الروم:12)

اللہ خَلق کا آغاز کرتا ہے پھر اُسے دہراتا ہے پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

آج سائنس ثابت کر چکی کہ کائنات کا دراصل ایک Cyclic Model ہے۔ یعنی کائنات تباہ ہونے کے بعد دوبارہ بن جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے۔

کائنات کا آغاز بہت تیز درجہ حرارت پر ہوا۔ چنانچہ جوں جوں کائنات وسیع ہوتی گئی اس سے اس بہت ہی زیادہ گرم کائنات کا درجہ حرارت کم ہوا لیکن یہ پھر بھی بہت گرم ہی تھی۔ لیکن درجہ حرارت کی کمی کے نتیجہ میں sub atomic particles اور پھر atoms بنے اور بہت سے عوامل نے ارتقا کے عمل میں مدد کی جس کا ذکر آگے چل کر ہوگا۔

---

[1] George Smoot: We mapped the embryonic universe by Zoë Corbyn, The Guardian 20 April 2014

کائنات کا وسیع ہونا سائنس دانوں کے لئے بہت دلچسپی کا باعث رہا ہے اسی لئے اس موضوع پر بہت ریسرچ ہوتی رہی اور ابھی تک جاری ہے فزکس کے میدان میں ماہرین نے اس صدی سے قبل بھی اس پر کام کیا کیونکہ 1919ء میں سائنس دان سمجھتے تھے کہ کائنات وسیع تو ہو رہی ہے مگر اب آہستہ ہو رہی ہے۔ اور gravity اس کو آہستہ کر رہی ہے۔ لیکن gravity کو سمجھنا آسان نہ تھا مگر اس کی موجودگی سے کسی کو انکار بھی نہ تھا۔ قدرت کی جو بہت سی forces موجود تو ہیں مگر unexplained ہیں انہی میں سے ایک gravity ہے۔ تمام سائنس دان بشمول دہریہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے لیکن جب کہا جائے کہ خدا تعالیٰ کی ذات بھی اسی طرح ہی unexplained ہے تو اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں۔

سائنس دانوں کو ریسرچ کے دوران کائنات میں اور بھی unexplained طاقتوں کا علم ہوا جن کا تعلق اسی expanding کائنات سے تھا۔ چنانچہ ایک سائنس دان Brian Schmidt جو آسٹریلیا میں بہت مشہور پروفیسر ہیں اور Astrophysics میں ان کی تحقیق بہت اہم ہے۔ انہوں نے جب اس کائنات میں بننے والے ستاروں کے بارے میں معلوم کرنا چاہا تو انہیں علم ہوا کہ اس کائنات کی expansion کے دوران بہت سے ستارے بنتے رہے اور کسی نامعلوم وجہ سے gravity کے اثر کے تحت collapse کر جاتے رہے۔ ان کے مطالعہ سے یہ ثابت ہوا کہ کائنات نہ صرف وسعت پذیر ہے بلکہ اس کی رفتار میں تیزی آرہی ہے۔ یہ کام انہوں نے Harverd University میں شروع کیا تھا جب وہ امریکہ میں رہتے تھے اور آسٹریلیا آنے کے بعد بھی انہوں نے اس کام کو جاری رکھا۔ supernova کے مطالعہ سے یہ ثابت ہوا کہ یقیناً کائنات میں exploding stars اور ان کی galaxies کی رفتار میں تیزی آرہی ہے اور ایک نامعلوم طاقت ان کو تیز کرتی جا رہی ہے انہوں نے اسے Dark Energy کا نام دیا۔ 2011ء میں اس کام کے لئے Brian Schmidt کو نوبل انعام دیا گیا۔

(جاری ہے)

کتاب "کشتیِ نوح" میں مذکور اٹالین اخبار کے حوالہ کی تخریج

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف "کشتیِ نوح" اور "براہین احمدیہ حصہ پنجم" میں ایک اٹالین اخبار "کریئر ڈلا سیرا"(Corriere della Sera) کے حوالہ سے یروشلم میں ایک راہب کے مرنے پر اس کی باقیات سے پطرس حواری کے ایک خط کی دریافت کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؑ "کشتیِ نوح میں فرماتے ہیں:

کریئر ڈلا سیرا جنوبی اٹلی کے سب سے مشہور اخبار نے مندرجہ ذیل عجیب خبر شائع کی ہے۔

"13 جولائی 1879ء کو یروشلم میں ایک بوڑھا راہب مسمی کور مرا جو اپنی زندگی میں ایک ولی مشہور تھا اس کے پیچھے اس کی کچھ جائیداد رہی اور گورنر نے اس کے رشتہ داروں کو تلاش کر کے ان کے حوالہ دولاکھ فرینک (ایک لاکھ پونے انیس ہزار روپیہ) کئے جو مختلف ملکوں کے سکّوں میں تھے اور اس غار میں سے ملے جہاں وہ راہب بہت عرصے سے رہتا تھا۔ روپے کے ساتھ بعض کاغذات بھی ان رشتہ داروں کو ملے جن کو وہ پڑھ نہ سکتے تھے۔ چند عبرانی زبان کے فاضلوں کو ان کاغذات کے دیکھنے کا موقعہ ملا تو ان کو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ یہ کاغذات بہت ہی پرانی عبرانی زبان میں تھے جب ان کو پڑھا گیا تو ان میں یہ عبارت تھی۔

"پطرس ماہی گیر یسوع مریم کے بیٹے کا خادم اِس طرح پر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے نام میں اور اس کی مرضی کے مطابق خطاب کرتا ہے" اور یہ خط اس طرح ختم ہوتا ہے۔

> "میں پطرس ماہی گیر نے یسوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوے 90 سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا اور مولیٰ یسوع مسیح مریم کے بیٹے کی موت کے تین عید فسح بعد (یعنی تین سال بعد) خداوند کے مقدس گھر کے نزدیک بولیر کے مکان میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

ان فاضلوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ نسخہ پطرس کے وقت کا چلا آتا ہے۔ لنڈن بائبل سوسائٹی کی بھی یہی رائے

ہے اور ان کا اچھی طرح سے امتحان کرانے کے بعد بائبل سوسائٹی اب ان کے عوض چار لاکھ لیرا (دو لاکھ ساڑھے سینتیس ہزار روپیہ) مالکوں کو دے کر کاغذات کو لینا چاہتی ہے۔"

("کشتیٔ نوح" روحانی خزائن جلد19 صفحہ 77)

اسی حوالہ کو دوبارہ حضورؑ نے اپنی تصنیف "براہین احمدیہ حصہ پنجم" (جلد21 صفحہ 345,344) میں بھی دیا ہے۔

مکرم Ataul Wasih Tariq صاحب مبلغ اٹلی نے روم کی نیشنل لائبریری Castro Pretorio سے یہ حوالہ تلاش کر کے اس کی نقل بتوسط ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن ارسال کی ہے۔اس خبر کے عکس کا Transcript اور انگریزی ترجمہ یہاں دیا جارہا ہے جبکہ خبر کا عکس اس شمارہ کے آخر میں دیا گیا ہے۔

Article of Corriere della Sera of 28/29 November 1901

Italian Transcript:

Una lettera dell'apostolo Pietro

Fa il giro de giornali russi la seguente, meravigliosa, storia.

Il 13 luglio 1879 mori a Gerusalemme un vecchio monaco di nome Kore, che viveva in nome di santo, Lascio qualche po' di fortuna, onde Il governo fece ricerca dei suoi parenti, e, presentatisi costoro, consegnò 200,000 franchi in moneta di ogni paese, trovate nella caverna dove cenobita era vissuto durante molti anni. Insieme con questi denari, gli eredi ricevettero delle carte, per loro indecifrabili. Tempo fa alcuni eruditi ebbero occasione di esaminarlo e con loro sorpresa trovarono ch'esse erano scritte in antichissimo ebraico. Decifrate a stento, lessero: «Pietro pescatore, servo di Gesù. figliuolo di Maria, cosi parla al popolo, in nome e per volere del Signore». E lo scritto terminava: «lo, Pietro pescatore, in nome di Gesù, nel novantesimo anno di mia vita, decisi di scrivere le parole dell'amore, tre pasque dopo la morte del mio maestro e signore Gesù Cristo, figliolo di Maria, nella casa di Boller, presso al tempio del Signore.

I dotti conclusero che il manoscritto dev'essere del tempi di Pietro, giacchè scritto in puro ebreo arcaico, e, poiché San Marco, nel suo Evangelo, dice che il venerando apostolo sapeva scrivere, ad esso lo attribuiscono. Dello

stesso parere è In Società della Bibbia di Londra, che fece esaminare il palinsesto, ed ora offre agli eredi L. 400,000 per il suo acquisto.

English Translation:

A letter from the Apostle Peter
The following wonderful story goes around Russian newspapers.

On 13 July 1879 an old monk named Kore died in Jerusalem, who lived a saintly life. He left some heritage, so the government made a search for his relatives, and, when found, it gave 200,000 francs to them in the currency of various countries, found in the cave where the monk had lived for many years. Together with these amount, the heirs received papers, for them unreadable. Some time ago some scholars had the opportunity to examine it and to their surprise they found that they were written in ancient Hebrew. Deciphered with difficulty, they read: "Peter the fisherman, servant of Jesus, son of Mary, so speaks to the people, in the name and by the Lord's will." And the sentence ended: "I, Peter fisherman, in the name of Jesus, in the ninetieth year of my life, decided to write the words of love, three easter after the death of my teacher and lord Jesus Christ, son of Mary, in the house of Boller, near the temple of the Lord.

The scholars concluded that the manuscript must be from the time of Peter, since it is written in pure archaic Hebrew, and since Saint Mark, in his Gospel said that the venerable apostle [Peter] could write, they attribute this to him. Of the same opinion is London's Bible Society, which had the papers examined, and now offers the heirs L. 400,000 for its purchase.

حاشیہ متعلق ص ۷۹

کریئرڈلا سیرا جنوبی اٹلی کے سب سے مشہور اخبار نے مندرجہ ذیل عجیب خبر شائع کی ہے
۱۳؍ جولائی ۱۸۷۹ء کو یروشلم میں ایک بوڑھا راہب مسمّی کور مرا جو اپنی زندگی میں ایک
ولی مشہور تہا اسکے پیچھے اسکی کچھہ جائداد رہی اور گورنر نے اسکے رشتہ داروں کو تلاش
کر کے انکے حوالہ دو لاکھہ فرینک (ایک لاکھہ پونے انیس ہزار روپیہ) کئے جو مختلف ملکوں کے
سکوں میں تھے اور اس غار میں سے ملے جہاں وہ راہب بہت عرصے سے رہتا تہا۔ روپیہ کے
ساتھہ بعض کاغذات بھی ان رشتہ داروں کو ملے جن کو وہ پڑھ نہ سکتے تھے۔ چند عبرانی زبان
کے فاضلوں کو ان کاغذات کے دیکھنے کا موقعہ ملا تو انکو یہ عجیب بات معلوم ہوئی کہ یہ کاغذات
بہت ہی پرانی عبرانی زبان میں تھے جب انکو پڑھا گیا تو انمیں یہ عبارت تھی۔
"پطرس ماہی گیر یسوع مریم کے بیٹے کا خادم اس طرح پر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے نام میں اور اسکی مرضی
کے مطابق خطاب کرتا ہے" اور یہ خط اس طرح ختم ہوتا ہے
"میں پطرس ماہی گیر نے یسوع کے نام میں اور اپنی عمر کے نوّے سال میں یہ محبت کے الفاظ اپنے آقا
اور مولیٰ یسوع مسیح مریم کے بیٹے کی موت کے تین عید فسح بعد (یعنی تین سال بعد) خداوند کے مقدّس گھر
کے نزدیک بولیر کے مکان میں لکھنے کا فیصلہ کیا ہے"۔
ان فاضلوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ نسخہ پطرس کے وقت کا چلا آتا ہے۔ لنڈن بائبل سوسائٹی کی بھی
یہی رائے ہے اور انکا اچھی طرح امتحان کرانیکے بعد بائبل سوسائٹی اب انکو عوض چار لاکھہ لیرا (دو لاکھہ ساٹھہ سینتیس ہزار
روپیہ) مالکوں کو دیکر کاغذات کو لینا چاہتی ہے +

کتاب "کشتیٔ نوح" ایڈیشن اوّل میں سے
اٹالین اخبار کے حوالہ کا ذکر

CORRIERE DELLA SERA

La morale è che al di qua della Manica è assai pericoloso scrivere lettere troppo dolci.

Una lettera dell'apostolo Pietro

Fa il giro dei giornali russi la seguente meravigliosa storia.

Il 13 luglio 1870 morì a Gerusalemme un vecchio monaco di nome Kore, che viveva in nome di santo. Lasciò qualche po' di fortuna, onde il Governo fece ricerca dei suoi parenti, e, presentatisi costoro, consegnò 200,000 franchi in monete di ogni paese, trovate nella caverna dove il cenobita era vissuto durante molti anni. Insieme con questi denari, gli eredi ricevettero delle carte, per loro indecifrabili. Tempo fa alcuni eruditi ebbero occasione di esaminarle e con loro sorpresa trovarono ch'esse erano scritte in antichissimo ebraico. Decifrate a stento, lessero: « Pietro pescatore, servo di Gesù, figliuolo di Maria, così parla al popolo, in nome e per volere del Signore ». E lo scritto terminava: « Io, Pietro pescatore, in nome di Gesù, nel novantesimo anno di mia vita, decisi di scrivere le parole dell'amore, tre pasque dopo la morte del mio maestro e signore Gesù Cristo, figliolo di Maria, nella casa di Boller, presso al templo del Signore. »

I dotti conclusero che il manoscritto dev'essere dei tempi di Pietro, giacchè scritto in puro ebreo arcaico, e, poichè San Marco, nel suo Evangelo, dice che il venerando apostolo sapeva scrivere, ad esso lo attribuiscono. Dello stesso parere è la Società della Bibbia di Londra, che fece esaminare il palinsesto, ed ora offre agli eredi L. 400,000 per il suo acquisto.

Un concorso originale

Parigi, [illegible] novembre.

Abbiamo avuto il *Vernissage* dell'Esposizione dei giuocattoli, organizzata per cura del Prefetto di polizia, nel gran salone del Tribunale di Commercio. Noi dobbiamo infatti questa mostra all'intraprendente signor Lépine, il quale, avendo notato la decadenza dell'articolo giuocattolo nelle fiere di capod'anno sui boulevards, bandì un concorso, per ridare un poco di vitalità a una delle più interessanti industrie parigine.

Non si può veramente asserire che l'egregio prefetto sia riescito nel suo intento: nulla di ben nuovo e di inatteso fra i numerosi giuocattoli esposti dai 700 concorrenti. Le idee non mancano al piccolo

اٹالین اخبار (Corriere Della Sera) کا عکس
تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں رسالہ کا صفحہ 90

Monthly

Registration No:PUNBIL/2018/75031
Postal Registration No:GPD- 47/2023-2025 for the calendar year 2025

MUWĀZNA-E-MADHĀHIB

Printed on 05th April 2025

Editor: Muhammad Hameed Kausar

APRIL 2025 | SHAHADAT 1404 (HS) | SHAWWAL 1446 | VOL.08 NO.4

اگر ہر بال ہو جائے سخن ور   تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

امام جماعت احمدیہ عالمگیر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے رسالہ ”موازنہ مذاہب“ کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا:

”ایک (نیا) رسالہ جاری کیا گیا......... تھا۔ یہ ماہانہ رسالہ ہے ”موازنہ مذاہب“ جو یہاں یو کے سے چھپتا ہے اور اس میں بڑے اچھے علمی اور تحقیقی مضامین ہوتے ہیں۔ لوگوں کو بڑے پسند آرہے ہیں، اس کی ضرورت تھی اور گو اس وقت اس کی تعداد کم ہے لیکن اس کے بارے میں میں کہنا چاہتا ہوں جو لوگ اردو پڑھنا جانتے ہیں اُن کو اس رسالہ کا خریدار بننا چاہیئے۔ اس میں کافی اچھے مضامین ہیں بلکہ بعض مضامین کے ترجمے کر کے ریویو آف ریلیجنز میں بھی شائع کئے جارہے ہیں۔“

(دوسرے دن کا خطاب، جلسہ سالانہ یو کے 2012ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 9 اگست 2013، صفحہ 2)

Printed and Published by Jameel Ahmad Nasir, Owned by the Board of MUWAZNA-E-MADHAHIB, Printed at Fazl e Umar Printing Press Harchwal Road, PO-Qadian. District Gurdaspur-143516, Issued at the office of MUWAZNA-E-MADHAHIB, Mohalla Ahmadiyya Qadian, PO- Qadian. District Gurdaspur- 143516, Punjab.

Editor: Muhammad Hameed Kausar